صائمہ اکرم چوہدری

سیاہ حاشیہ

سیاہ حاشیہ پار مت کرو۔ "پچھتاؤگی۔" ایک نادیدہ آواز روکتی رہی لیکن وہ لڑکی نہ رکی۔ سیاہ حاشیہ عبور کر گئی اور تب اسے احساس ہوا کہ اپنے لیے جہنم خرید چکی ہے۔

* * *

عدینہ کاٹھ کباڑ میں اپنی پرانی ڈائریاں تلاش کر رہی ہے تو اسے ایک کتبہ ملتا ہے۔ جس پر اس کی والدہ صالحہ رفیق کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات درج ہوتی ہے۔ وہ بری طرح الجھ جاتی ہے۔ اس کی والدہ تو زندہ ہیں پھر یہ کتبہ کس نے اور کیوں بنوایا ہے۔ تب ہی اس کی والدہ صالحہ آجاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ڈائریاں تو انہوں نے ردی والے کو دے دی ہیں۔

عدینہ کو بہت دکھ ہوتا ہے پھر اسے کتبہ یاد آتا ہے تو وہ سوچتی ہے کہ عبداللہ سے اس کے متعلق پوچھے گی۔

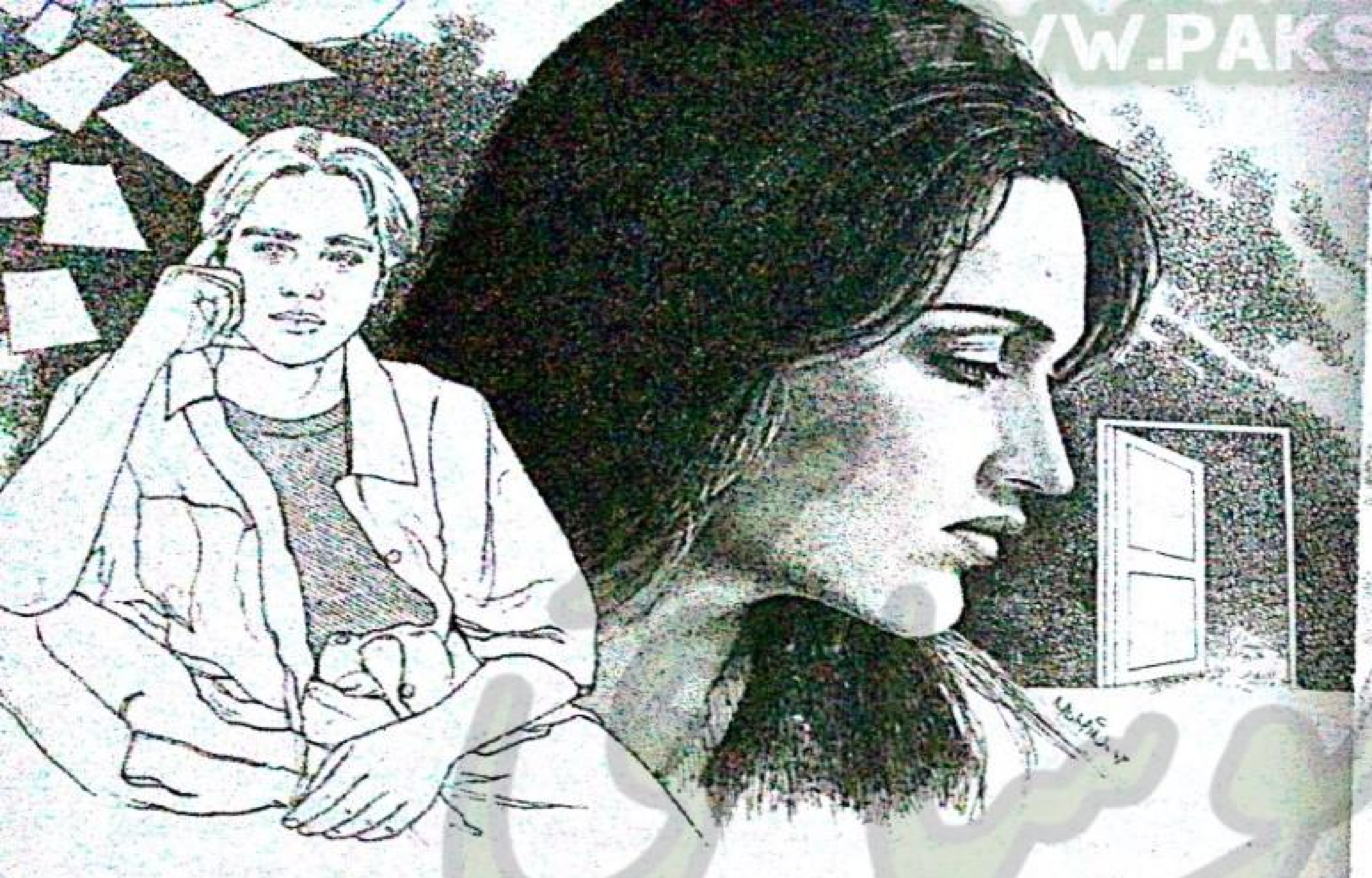

ناولٹ

عبداللہ پابند صوم و صلوٰۃ وہ مسجد کا موذن بھی ہے اور اس نے عربی میں ایم فل کر رکھا ہے عدینہ کی اس کے ساتھ منگنی ہو چکی ہے۔ عدینہ ہاسٹل میں رہتی ہے اور میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

عدینہ کے والد مولوی رفیق کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ اپنی ماں سے زیادہ دادی سے قریب ہے مونا اس کی کزن ہے۔ وہ حویلیاں شہر سے قرآن حفظ کرنے ان کے گھر آئی ہے۔

عدینہ عبداللہ سے بہت محبت کرتی ہے۔ عبداللہ بھی اسے چاہتا ہے لیکن شرعی اصولوں کے تحت زندگی گزارنے والی صالحہ آپا نے منگنی ہونے کے باوجود انہیں آپس میں بات چیت کی اجازت نہیں دی۔

شانزے ماڈل بننا چاہتی ہے۔ ریمپ پر واک کرتے ہوئے اس کا پاؤں مڑ جاتا ہے اور وہ گر جاتی ہے۔

ڈاکٹر بینش نیلی کوٹھی میں اپنے بیٹے ارحم کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کے شوہر کرنل ڈاکٹر حماد کا انتقال ہو چکا ہے۔

نیلی کوٹھی کے دوسرے حصے میں ان کے تایا ڈاکٹر جلال اپنی بیوی اور پوتی اورید اکے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی دو شادی شدہ بیٹیاں ہیں اور اکلوتا بیٹا تیمور لندن میں مقیم ہے۔ بیوی کی وفات کے بعد تیمور نے اورید اکو پاکستان اپنے باپ کے پاس بھجوا دیا ہے۔ بیٹا ماہیران کے پاس لندن میں ہے۔

اورید ااور ارحم کی بہت دوستی ہے۔ جو ڈاکٹر بینش کو بالکل پسند نہیں۔ ڈاکٹر بینش تیمور کے نام سے بھی نفرت کرتی ہیں۔

عبداللہ عدینہ کو اپنا سیل نمبر بھجواتا ہے۔ صالحہ آپا دیکھ لیتی ہیں۔ وہ شدید غصہ ہوتی ہیں اور نمبر پھاڑ کر پھینک دیتی ہیں۔

سرمد اپنے دوست کے پروڈکشن ہاؤس میں جاتا ہے تو وہاں شانزے کو دیکھتا ہے۔ شانزے اس کی منتیں کر رہی ہے کہ وہ ایک چانس اسے دے کر دیکھے۔

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

شانزے سخت مایوسی کا شکار ہے۔ رباب اس کی روم میٹ اسے تسلی دیتی ہے تو وہ بتاتی ہے کہ اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے صرف ایک پھوپھی ہیں جن کے گھر میں اسے کوئی پسند نہیں کرتا۔ اس کی ماں اسے پھینک کر چلی گئی تھی اور باپ کو کسی مذہبی جنونی نے قتل کردیا۔ شانزے کا خاندان مسلمان ہے لیکن وہ کسی مذہب کو نہیں مانتی۔ ہاسٹل میں رہنے کے لیے اس نے کالج میں داخلہ لے رکھا ہے۔ وہ شوبز میں اپنا نام بنانا چاہتی ہے۔

آپا صالحہ نے عدینہ کی عبداللہ سے منگنی توڑدی ہے۔ عبداللہ عدینہ سے ایک بار بات کرنا چاہتا ہے۔ عدینہ چھت پر جاتی ہے تو عبداللہ وہاں آجاتا ہے۔ آپا دیکھ لیتی ہیں۔ وہ عدینہ کو برابھلا کہتی ہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈراتی ہیں۔

اوریدا ارحم کے ساتھ پیپر دینے جاتی ہے۔ ارحم باہر اس کا انتظار کرتا ہے۔ وہ اوریدا کو واپس لے کر آتا ہے تو ڈاکٹر بینش اسے بہت ڈانٹتی ہیں کیونکہ وہ ان کی گاڑی لے کر جاتا ہے۔ اوریدا اپنے باپ تیمور کو یہ بات بتاتی ہے تو وہ اس کو نئی گاڑی خرید کردے دیتے ہیں، آغاجی کو یہ بات بری لگتی ہے۔

ٹی وی پر ایک مذہبی پروگرام دیکھتے ہوئے صالحہ آپا شدید جذباتی ہوکر رونے لگتی ہیں۔ عدینہ کو اسٹور روم کی صفائی کے دوران ایک تصویر ملتی ہے، جو کسی مرد کی ہے۔

ارحم اوریدا کو گاڑی چلانا سکھاتا ہے۔ اوریدا کے امتحان میں کم نمبر آتے ہیں تو وہ پریشان ہوجاتی ہے۔

مونا عدینہ کو بتاتی ہے کہ آپا نے اس کی منگنی اس لیے توڑی کہ وہ چاہتی تھیں کہ عبداللہ عدینہ سے فوراً شادی کرلے۔ عبداللہ نے فوراً شادی سے انکار کردیا تھا۔

عبداللہ تبلیغی دورے پر جاتا ہے تو اس کا جہاز کریش ہوجاتا ہے۔ اور اس کے مرنے کی خبر آجاتی ہے۔

عدینہ پر عبداللہ کی موت کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنی ماں سے بری طرح بدظن ہوجاتی ہے۔

شانزے جب بھی کوئی غلط کام کرنا چاہتی ہے کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے۔ رباب اسے سمجھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے غلط راستوں سے بچانا چاہتا ہے۔

ارسل، شانزے کو زخمی ہونے پر تسلی دیتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ ایڈ میں کام کے لیے اس نے سفارش کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ شانزے اسے اپنا بھائی سمجھے۔

ارحم بہت اچھے نمبروں سے ایف ایس سی کرلیتا ہے۔ ڈاکٹر بینش اس خوشی میں ڈنر دیتی ہیں۔

عدینہ فیصلہ سنادیتی ہے کہ اسے ڈاکٹر نہیں بننا۔ یہ سنتے ہی آپا صالحہ شدید پریشان ہوجاتی ہیں۔

پانچویں قسط

"ارے۔ نہیں نہیں اماں، آپ غلط سمجھ رہی ہیں؟ عدینہ کے چہرے پر پھیلی بدگمانی آپا صالحہ کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کررہی تھی۔

"اس کی تو ہم نے بہت سال پہلے شادی کردی تھی۔" آپا صالحہ نے گھبرا کر اطلاع دی۔ "یہ تو میری بیٹی ہے عدینہ، کیوں بے بے؟" انہوں نے فوراً تصدیق کے لیے اپنی ساس کی طرف دیکھا۔

"ہاں ہاں، صالحہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔" بے بے کی تصدیق پر آپا صالحہ نے فوراً مڑ کر عدینہ کے تاثرات جانچنا چاہے، لیکن عدینہ تو کب کی وہاں سے جاچکی تھی۔ آپا صالحہ کو فوراً ہی کچھ غلط ہوجانے کا احساس ہوا۔

عدینہ کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا تھا۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ زندگی میں کبھی اسے یہ الفاظ بھی سننے کو ملیں گے۔ اپنے سوتیلے ہونے کا احساس اسے بارہا ہوا تھا لیکن اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ بعض دفعہ کچھ خیال اس طرح مجسم ہوکر بھی سامنے آجاتے ہیں۔

"میں سوتیلی ہوں، تب ہی آپا میرے ساتھ ایسا سلوک کرتی تھیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ "لیکن مجھے آج تک اس تلخ حقیقت کا ادراک کیوں نہیں ہوسکا۔" وہ بلا ارادہ چلتی ہوئی دیوار میں لگے شیشے کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

"تمہاری آنکھیں اور ہونٹوں کا کٹاؤ بالکل آپا صالحہ جیسا ہے۔" مونا کا بار بار کہا گیا ایک فقرہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا۔ اس نے بغور اپنا چہرہ آئینے میں دیکھا۔ اسے مونا کی بات میں کہیں جھوٹ کا شائبہ تک نظر نہیں آیا۔

"اگر آپا صالحہ میری سگی والدہ نہیں، تو میری شکل ان کے ساتھ کیسے مل سکتی ہے؟" دماغ نے کام کرنا شروع کرہی دیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس پر مزید سوچ و بچار کرتی، مونا مسکراتے ہوئے شربت کا جگ اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ مہمانوں کی آمد پر خاصی خوش دکھائی دے رہی تھی۔

"عدینہ باجی! آپ نے اپنی نانو کے گال دیکھے، بالکل کشمیری سیب لگ رہے تھے۔" وہ ہاتھ میں پکڑا جگ سائیڈ میز پر رکھ کر شرارت سے بولی۔

"وہ سب کے لیے کشمیری کڑھائی والے اتنے خوب صورت کپڑے لے کر آئی ہیں، میرا تو بس نہیں چل رہا، فوراً ان سے چھین کر سلائی کرکے پہن لوں۔" مونا اس کی خاموشی سے بے نیاز اپنی ہی ہانک رہی تھی۔

"اور وہ آپ کے نانا، وہ تو اتنے سویٹ ہیں، میں نے انہیں پانی پلایا تو ڈھیروں دعائیں مفت میں دے دیں۔" مونا شربت کا گلاس اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی تو ساتھ ہی اس نے عدینہ کا سنجیدہ چہرہ بھی غور سے دیکھنے کی زحمت کرلی۔ وہ چونک سی گئی۔

"آپ کے چہرے پر کیوں بارہ بجے ہوئے ہیں۔؟" مونا کو اس کی خاموشی سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

"ایک بات پوچھوں مونا، اگر تم مجھے سچ سچ بتاؤ تو؟" اس نے مونا کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر التجائیہ انداز میں کہا۔

"لیں، میں نے پہلے کون سا آپ سے جھوٹ بولا ہے۔" مونا فوراً ہی برا مان گئی۔

"مجھے معلوم ہے تم جھوٹ نہیں بولتیں، لیکن شاید یہ بات ہی ایسی ہے۔" عدینہ کی بات نے مونا کا تجسس بڑھادیا۔

"آپ پوچھیں تو سہی میں بالکل بھی غلط بیانی نہیں کروں گی۔" مونا نے اسے تسلی دی۔

"یہ بتاؤ، میرے ابا کی، آپا صالحہ کے ساتھ دوسری شادی تھی کیا؟" عدینہ کے سوال پر مونا ایک دم چونکی اور اگلے ہی لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"دوسری نہیں، تیسری شادی تھی۔" وہ دھپ کر کے پلنگ پر بیٹھ گئی اور مزے سے تکیہ گود میں رکھ لیا۔

"کیا؟" عدینہ کو سچ مچ شاک لگا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" اسے واقعی اس بات کا علم نہیں تھا، ساری زندگی تو آپا صالحہ نے اسے کتابوں میں مصروف رکھا اور کہیں ادھر ادھر دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

"ہاں ناں، رفیق تایا کی پہلی شادی ان کی پھوپھو زاد سے ہوئی تھی، جس سے سمیرا باجی پیدا ہوئیں۔" مونا نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔ "لیکن سمیرا باجی کی پیدائش پر تائی کا انتقال ہوگیا تھا۔"

"پھر کیا ہوا۔؟" عدینہ نے تعجب سے مونا کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"اس کے بعد تایا جی نے سمیرا باجی کی وجہ سے دوسری شادی کرلی۔ لیکن ان کی دوسری بیوی، سمیرا باجی کے حق میں بہت بری سوتیلی ماں ثابت ہوئیں، تنگ آکر تایا جی نے انہیں طلاق دے دی، اس طرح وہ قصہ بھی ختم ہوا۔"

"اس کے بعد کیا ہوا؟" عدینہ کو حیرت ہورہی تھی آج تک اسے پتا ہی نہیں چلا۔

"پھر پانچ سال تک انہوں نے شادی کا نام تک نہیں لیا، بے بے ہی ان کی بیٹی کو سنبھالتی تھیں۔" مونا نے مزید اضافہ کیا۔

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"پھر تایا صالحہ سے ان کی شادی کیسے ہوئی۔؟" عدینہ بے تاب ہوئی۔

"وہ کسی تبلیغی دورے پر کشمیر گئے تھے اور جب واپس آئے تو تایا صالحہ ان کے ساتھ تھیں۔" مونا کی بات پر وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"اور وہ سمیرا باجی کہاں گئیں۔؟" عدینہ کو خیال آیا کہ اس نے اس نام کی کسی لڑکی کا ذکر کبھی نہیں سنا تھا۔

"ان کا تو تایا صالحہ نے بہت خیال رکھا اور بہت دھوم دھام سے شادی کی، لیکن وہ بھی اپنی والدہ کی طرح پہلے بچے کی پیدائش پر کسی اناڑی دائی کی غفلت کا شکار ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور بچہ بھی نہ بچ سکا۔" مونا کچھ اداس ہوئی۔

"بہت پیاری تھیں سمیرا باجی، میں آپ کو ان کی بچپن کی تصویریں دکھاؤں گی، یہیں کہیں اسٹور میں پڑی ہوں گی۔" مونا کا لہجہ گواہ تھا وہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ یہ کہانی سن کر عدینہ کا دل تاسف کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

وہ تو دل ہی دل میں کہیں خود کو یقین دلا چکی تھی کہ وہ تایا صالحہ کی سگی اولاد نہیں اور وہ شاید دنیا کی پہلی لڑکی تھی جسے اس وقت اپنے "سگے" ہونے کے احساس سے دکھ ہو رہا تھا۔

"ویسے آپ یہ سب کیوں پوچھ رہی ہیں۔؟" مونا نے عقل کا سوال پوچھ لیا تھا۔

"میں سمجھی میں تایا کی سوتیلی بیٹی ہوں۔" اس کے منہ بنا کر بولنے پر مونا کھلکھلا کر ہنسی اور ہنستی ہی چلی گئی۔

"خدا کا خوف کریں عدینہ باجی! آپ کہاں سے ان کی سوتیلی ہو گئیں، آپ کی پیدائش پر تو پورے پنڈ میں دیسی گھی سے بنے موتی چور کے لڈو بانٹے گئے تھے۔" مونا نے اپنی ہنسی روک کر بتایا۔ "اس بات کی گواہی تو پورے پنڈ کی بوڑھی عورتیں آکر دے سکتی ہیں اور میری اماں نے آپ کو چاندی کی انگوٹھی پہنائی تھی اپنے خاندانی جیولر سے بنوا کر۔"

"اچھا اچھا، اب رہنے دو۔" عدینہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں ذرا نانو سے مل آؤں، کیا سوچتی ہوں گی، کتنی بد مزاج ہے یہ لڑکی۔" اب کنفرم ہو ہی چکا تھا تو نانا، نانی سے اتنی بے رُخی بنتی نہیں تھی۔ اگلے ہی آدھے گھنٹے میں وہ صحن میں بیٹھی نانو کی دلچسپ باتیں سن کر مسکرا رہی تھی۔

* * *

"بی بی جی! اب بس بھی کریں ناں۔" اوریدا اسٹور میں گھسی ایک پرانا سا سوٹ کیس کھولے اس میں سے اپنی ماما کی شادی کی تصویریں ڈھونڈ رہی تھی، پتا نہیں کیوں ارصم والے فنکشن کے بعد اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ماما کی جوانی کی تصاویر دیکھے۔ آنٹی بینش اور ان کی دوست کی گفتگو نے اس کے ذہن میں بہت سے سوال کھڑے کر دیے تھے۔

"کیا مصیبت ہے صغریٰ باجی! آپ سکون سے کھڑی نہیں ہو سکتیں۔" اوریدا نے اسے جھاڑا جو ہاتھ میں ایمرجنسی لائٹ پکڑے بیزار سے انداز سے کھڑی تھی، اس وقت لوڈشیڈنگ کے کمالات کی وجہ سے لائٹ بند تھی اور اسٹور میں یو پی ایس کا کنکشن نہیں تھا۔

"اوریدا بی بی! ایک گھنٹہ تو ہو گیا ہے۔" صغریٰ نے منہ بنا کر اطلاع دی۔

"صغریٰ باجی! آپ منہ تو ایسے بنا رہی ہیں، جیسے خدانخواستہ ایک سال ہو گیا ہو۔" اوریدا نے بُرا مانتے ہوئے بریف کیس کی ساری چیزیں زمین پر الٹ دیں۔ اچانک اس کی نظر ایک درمیانے سائز کے پرانے سے البم پر پڑی۔ اس کا گوہر مقصود ہاتھ آ چکا تھا۔

"تھینکس گاڈ! مل گیا۔" اوریدا نے جلدی سے البم اٹھایا، وہ پچھلے تین دن سے بڑی اماں کی منتیں کر رہی تھی۔ اسے پرانی تصویریں ڈھونڈ کر دیں اور وہ ہر دفعہ اسے ٹال جاتی تھیں، لیکن جب اوریدا کا مطالبہ زیادہ ہی بڑھ گیا تو وہ چڑ سی گئیں۔

"میری جان مت کھاؤ، جا کر اسٹور میں رکھے کسی بریف کیس میں دیکھ لو، طیبہ کی شادی کے بعد میں نے الٹو فالتو سامان وہیں ڈلوا دیا تھا۔"

"بڑی اماں، میری ماما کی تصویریں فالتو تھیں کیا؟" اس کے اعتراض پر بڑی اماں کا منہ حیرت سے کھلا۔

"تو کیا میرے بچوں کی تصویریں فالتو تھیں۔ جو میں نے وہاں رکھوا دیں۔" انہوں نے بیزاری سے سر جھٹکا۔ "جا کر دیکھ لو، سب کی وہیں رکھی ہیں ورنہ تمہاری ماں سے میری کوئی دشمنی تھوڑا تھی۔۔۔" بڑی اماں کا مزاج برہم ہوا۔

"آپ کے پاس بس میرے لیے ہی ٹائم نہیں ہوتا، باقی تو ساری دنیا کے لیے ہوتا ہے۔" وہ ان پر الزام لگا کر کمرے سے نکل گئی اور اب بڑی اماں کو اگلے دو گھنٹے بیٹھ کر صرف اس الزام پر کڑھنا تھا۔

"اوریدا بی بی! اب میں جاؤں۔۔۔؟" صغریٰ نے شل ہوتے بازو کو دباتے ہوئے اکتاہٹ بھرے انداز سے اوریدا کو دیکھا جو البم گود میں رکھے اب دنیا و مافیہا سے بے نیاز اپنے والدین کی بچپن کی تصویروں میں کھوئی ہوئی تھی۔ زیادہ تر تصویریں تیمور، بینش اور طیبہ کی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک تیسری نوعمر لڑکی کو وہ پہچاننے سے قاصر تھی۔

"صغریٰ باجی! آپ اس گھر میں کب سے ہیں؟" اوریدا کے ذہن میں ابھی ابھی ایک بات آئی تھی۔

"بیس بائیس سال تو ہو گئے جی۔۔۔" صغریٰ ہنوز اپنا بازو دبا رہی تھی۔

"یہ کس کی تصویر ہے۔۔۔؟" اس نے ایک پیاری سی بچی کی تصویر پر انگلی رکھی جو اسکول یونیفارم میں دو چوٹیاں کیے بہت معصوم لگ رہی تھی۔

"یہ تو ڈیزی باجی ہیں، آپ کی بڑی پھپھو۔۔۔" صغریٰ تصویر دیکھ کر کچھ رنجیدہ ہوئی۔

"یہ کہاں ہوتی ہیں۔۔۔؟" اوریدا کو احساس ہوا کہ گھر میں ان کا نام بالکل نہیں لیا جاتا۔

"ان کا تو بھری جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔" صغریٰ اپنے بازو کے درد کو بھول کر اس کے پاس آن بیٹھی۔ "رج کے سوہنی تھیں آپ کی طرح۔۔۔" اوریدا نے اس کے تعریفی کلمات کو بے دھیانی سے سنا، اس کی نظریں تو مقناطیس کی طرح ایک تصویر پر چپک گئیں۔ وہ تصویر تھی ہی ایسی۔

"ارے یہ کیا۔۔۔" اوریدا کو شاک سا لگا۔ وہ تصویر البم سے نکال کر غور سے دیکھنے کے لیے اپنی آنکھوں کے پاس لے آئی۔

"یہ دولہا، دلہن تو۔۔۔؟" اوریدا کا سانس حلق میں اٹک گیا۔ تصویر خاصی پرانی تھی اور اس کے رنگ بھی مدھم ہو چکے تھے۔

"دکھائیں ذرا۔۔۔" صغریٰ بھی تصویر پر جھکی اور اگلے ہی لمحے اسے بھی کرنٹ لگا۔

ایک گھریلو سی تقریب میں گوٹے والا سوٹ پہنے دلہن بنی آنٹی بینش کی عمر کوئی پندرہ سولہ سال اور ان کے ساتھ دولہا کے روپ میں کھڑے تیمور کی عمر کوئی سترہ اٹھارہ سال کے قریب لگ رہی تھی۔ اوریدا سخت

بہنوں کے لیے خوبصورت ناول
اُجالوں کی بستی میں
فاخرہ جبیں
قیمت -/400 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر:
32735021

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بے یقینی سے یہ تصویر دیکھ رہی تھی۔

"صغریٰ باجی! یہ تو۔۔۔" اوریدا نے سخت خوف زدہ انداز سے سامنے بیٹھی ملازمہ کا چہرہ دیکھا جس کا اپنا رنگ بھی پھیکا پڑ چکا تھا۔

"یہ بینش باجی اور تیمور بھائی کی منگنی کی تصویر ہے۔" صغریٰ نے دائیں بائیں دیکھ کر رازدرانہ انداز میں کہا۔ "میری مانیں تو ان تصویروں کو بڑی بیگم صاحبہ کے سامنے لے کر مت جایئے گا' ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو جائے گا۔"

"اور جو میرا بلڈ پریشر لو ہو رہا ہے ان کو دیکھ کر۔۔۔" اوریدا کو اس کے مشورے پر غصہ آیا۔

"تو آپ کو کس نے کہا تھا کہ گڑے مردے اکھاڑیں۔۔۔" صغریٰ' بوا رحمت کی بہو تھی اور ان کی خاندانی ملازمہ۔ اس لیے کئی دفعہ بے تکلفی اور صاف گوئی کا مظاہرہ کر جاتی جو کم از کم اوریدا کو بہت برا لگتا تھا۔

"کیا آنٹی بینش' پاپا کی منگیتر رہی ہیں۔۔۔؟" اوریدا نے خود پر ضبط کرتے ہوئے صغریٰ سے پوچھا کیونکہ یہ تو طے تھا کہ اس طرح کی باتیں وہ اس گھر میں کسی اور سے نہیں اگلوا سکتی تھی اور صغریٰ سے بڑھ کر باخبر کون ہو سکتا تھا۔

"یہ تو سارے خاندان کو پتا ہے۔" صغریٰ اس کی بے خبری پر لاپروائی سے ہنسی تو اوریدا کو غصہ آگیا۔

"میں بھی تو خاندان کا حصہ ہوں' مجھے تو نہیں پتا۔"

"آپ کی ابھی عمر ہی کیا ہے بی بی جی۔۔۔" صغریٰ کا انداز اسے مزید سلگا گیا۔

"مجھے میری عمر مت بتائیں اور جا کر بوا رحمت کا کچن میں ہاتھ بٹائیں' ورنہ شام کو آپ کی اور ان کی جنگ پلاسی ہو رہی ہوگی۔۔۔"

بوا رحمت اور صغریٰ ساس بہو تھیں' ان کی آپس میں بالکل نہیں بنتی تھی۔۔۔ بوا رحمت کو سب ملازمین پر فوقیت حاصل تھی اور کچھ ان کا اپنا سارا خاندان ہی اس گھر میں ملازم تھا۔ ایک بیٹا' چوکیدار تو دوسرا ڈرائیور' بہو اور پوتی نے کچن سنبھال رکھا تھا۔ خود وہ کام کم کرتیں اور باقی ملازموں پر نظر رکھتیں اور ان کی وفاداری اور خلوص پر کبھی بھی کسی کو شک کرنے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے ساری زندگی اسی خاندان کی خدمت کی تھی۔

"میں جا رہی ہوں اوریدا بی بی! کوئی کام ہو تو بلا لیجیے گا۔۔۔" صغریٰ شانِ بے نیازی کا عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے سے نکل کر جا چکی تھی' لیکن اوریدا کے دماغ میں مختلف سوچیں اودھم مچا رہی تھیں۔

"پاپا اور آنٹی بینش اگر آپس میں انگیجڈ تھے تو میری ماما بیچ میں کیسے آگئیں۔۔۔؟" یہ ایک ایسا سوال تھا جو وہ کبھی بھی ارحم سے نہیں پوچھ سکتی تھی اور بڑی اماں سے پوچھنے کی صورت میں سوائے جھاڑ کے کچھ بھی نہیں ملنا تھا اور باقی اس گھر میں تھا ہی کون جو یہ معمہ حل کرتا۔

"پھپھو طیبہ سے پوچھوں گی' شاید وہ ہی بتا دیں۔۔۔" اس نے باقی البم پر سرسری سی نظر ڈالی اور آخری تصویر پر ایک دفعہ پھر اس کی نظریں الجھ گئیں۔ آنٹی بینش کی سالگرہ کا فنکشن تھا اور گھر کے سب ہی افراد وہاں موجود تھے' لیکن اوریدا کے لیے اس تصویر میں سب سے زیادہ اہمیت اس کی ماما کی تھی جو آنٹی بینش کے منہ میں ہنستے ہوئے کیک کا ٹکڑا ڈال رہی تھیں۔ اتنی بے تکلفی کا مظاہرہ کوئی خاص اہمیت کا حامل انسان ہی کر سکتا تھا۔

"ماما اور آنٹی بینش۔۔۔ کا آپس میں کیا تعلق تھا؟" اس سوال نے اسے خاصا پریشان کیے رکھا' لیکن پھر وہ سر جھٹک کر کتابوں پر جھک گئی' کیونکہ اسے پتا چل گیا تھا کچھ سوالوں کے جواب صرف وقت دے سکتا ہے اور کوئی نہیں اور اسے اس مناسب وقت کا ہی انتظار کرنا تھا۔

☆ ☆ ☆

"او مائی گاڈ فلم۔۔۔" شانزے نے تحیر کے عالم میں ہاتھ میں پکڑا برگر پلیٹ میں رکھا اور بے یقینی سے سرمد کو دیکھا۔ آج کافی دن کے بعد ان کی ملاقات ہوئی

تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی ملنے والی ہے۔

"ہاں تو اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔" سرمد نے فرنچ فرائز اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے اس لڑکی کی طرف دیکھا جس کی معصومیت اسے بہت بھاتی تھی۔

"نہ کمرشل' نہ ڈرامہ' بلکہ ڈائریکٹ فلم۔۔۔" شانزے کا خوشی سے برا حال تھا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا۔۔۔"

"ٹرسٹ می شانزے۔۔۔" سرمد نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ "میرا بہت اچھا دوست بنا رہا ہے' میں نے تمہارا شوٹ دکھایا تھا اسے' بہت امپریس ہوا۔" سرمد اسے مزے سے بتا رہا تھا۔

"پھر آپ کب ملوا رہے ہیں مجھے اس سے۔۔۔" شانزے کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سارے معاملات ایک منٹ میں طے ہو جائیں۔

"بس کچھ دن اور۔۔۔" سرمد نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے تسلی دی۔

"اب تو زخموں کے نشان بالکل مدھم ہو گئے ہیں۔" شانزے فوراً" ہی سمجھی تھی کہ وہ اسے کیوں اتنے غور سے دیکھ رہا ہے۔

"میں چاہتا ہوں' جب تم اس سے پہلی دفعہ ملو تو بالکل پرفیکٹ انداز سے ملو۔" سرمد نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس لیے ہمیں کچھ دن اور انتظار کر لینا چاہیے۔"

"وہ کوئی اور لڑکی فائنل نہ کر لے۔۔۔" شانزے کے خوف زدہ انداز پر وہ مسکرایا۔

"ڈونٹ وری' اس چیز کی گارنٹی تمہیں میں دیتا ہوں۔ ایسا بالکل بھی نہیں ہوگا۔" سرمد اس کے بے شمار اندیشوں سے واقف تھا۔

"ابھی ہم لوگ پیپر ورک مکمل کر رہے ہیں اور کاسٹنگ' شوٹنگ میں بہت ٹائم ہے ابھی۔" سرمد کی بات پر شانزے کو کچھ تسلی ہوئی ورنہ کچھ ہو نہ جائے کا احساس اب اس کے دل میں پنجے گاڑ کر بیٹھ چکا تھا۔

"رباب! دعا کرو یہ فلم بن جائے کسی نہ کسی طرح۔۔۔" ہوسٹل پہنچتے ہی وہ رباب کا گھٹنا پکڑ کر بیٹھ گئی' رباب جو قرآن پاک کی تلاوت کرنے میں مصروف تھی اس نے مسکراتے ہوئے قرآن بند کیا کیونکہ یہ تو طے تھا کہ شانزے کی موجودگی میں تلاوت ممکن نہیں' اسے وقفے وقفے سے بے تحاشا بولنے کی عادت تھی اور اس کے لیے اسے رباب کو سوتے میں بھی جگانا پڑتا تو وہ بالکل نہیں ہچکچاتی تھی۔

"میں بس یہ دعا کروں گی کہ وہ ہو جائے جو تمہارے حق میں بہتر ہے۔" رباب کی بات پر شانزے بدمزا ہوئی۔

"تم یہ کیوں نہیں دعا کرتی ہو کہ اللہ میرے دل کی خواہش کو میرے حق میں بہتر کر دے۔۔۔" شانزے نے فوراً" اعتراض اٹھایا۔

"میں اللہ کو مشورے نہیں دیتی' جو اس کی رضا ہو اسی میں راضی رہنے کی کوشش کرتی ہوں۔" رباب کے اپنے اصول تھے۔

"ویسے ہم لوگ بہت ہی عجیب قسم کے لوگ ہیں' ہمیشہ اللہ سے ڈر اور خوف والا رشتہ ہی قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ہمارا رب ہے' ہم اس کے بندے ہیں' ہم اس سے نہیں مانگیں گے تو اور کس کے پاس جائیں گے اور بندہ ہمیشہ اپنوں ہی سے مانگتا ہے اور اپنوں سے ڈر کر نہیں بڑے مان سے اور دھڑلے سے مانگا جاتا ہے۔۔۔" شانزے کی باتیں رباب کو حیران کر گئیں۔

"واہ! تمہارے نظریات تو بڑے کلیئر ہیں۔۔۔" رباب نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہمارا مسئلہ پتا ہے کیا ہے رباب۔۔۔" وہ اٹھ کر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ "ہمیں مذہبی معاملات میں اپنے سے زیادہ نیک' پارسا اور متقی کوئی بھی نظر نہیں آتا' ہم کولہو کے بیل کی طرح اپنی ہی ذات کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ ہم دوسروں کو شک اور بدگمانی کی عینک سے دیکھتے ہیں اور اکثر ہمیں دوسروں کا عکس دھندلا ہی نظر آتا ہے۔" شانزے کی

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بات پر رباب کو دھچکا سا لگا' وہ سو فیصد درست کہہ رہی تھی۔

"میں غلط کہہ رہی ہوں کیا۔۔۔؟" شانزے نے نری سے اس کا شرمندگی سے دھواں دھواں چہرہ دیکھا' رباب نے جلدی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم نے کبھی غور کیا ہے' ہم مسلمانوں کو ہمیشہ اپنا عقیدہ' اپنا نماز پڑھنے کا طریقہ اور اپنے مذہبی معاملات ہی درست نظر آتے ہیں' دوسروں کی مسلمانی تو اکثر مشکوک ہی لگتی ہے۔۔۔" شانزے پر کبھی کبھی فلسفہ جھاڑنے کا دورہ پڑتا تھا اور آج اتفاق سے وہی دن تھا۔

"تم تو آج مجھے حیران کر رہی ہو۔۔۔" رباب نے صاف گوئی سے کہا۔

"تم حیران ہونا چھوڑو اور بس میرے لیے دعا کرو۔" شانزے نے بات کو ختم کرنے کے لیے کہا۔

"تم خود کرو نال اپنے لیے' تمہارا اللہ کے ساتھ کوئی جھگڑا ہے کیا؟" رباب نے بھی اسے ہری جھنڈی دکھائی تو وہ مسکرا دی' اسے معلوم تھا ہر شخص کی زندگی میں کچھ ایسے پیارے لوگ ضرور ہوتے ہیں جن کو دعاؤں کے لیے کہنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی' وہ جب ہاتھ اٹھاتے ہیں آپ کا نام بن کہے ہی ان کی دعاؤں میں شامل ہوتا ہے اور رباب کا شمار بھی ایسے ہی مخلص لوگوں میں ہوتا تھا۔

* * *

محبت انسان کو اس قدر بھی خوار کر سکتی ہے' اس کا اندازہ بختاور کو پچھلے دس دن میں بہت اچھی طرح ہو چکا تھا۔ اس نے کہاں کہاں نہیں ہاشم رضا کو تلاش کیا تھا۔ یونیورسٹی کی کتنی سڑکوں کی خاک چھانی تھی اور کس کس سے نہیں پوچھا تھا۔ اس نے اور نیلم نے بوائز ہوسٹل کے کئی بے معنی سے چکر لگا لیے' وہ شام کو واک کے لیے نکلتیں اور ان کے قدم خود بخود ابو بکر ہال کی طرف اٹھ جاتے۔ اب تو نیلم کو اس طرف جاتے ہوئے بھی شرمندگی ہونے لگی تھی۔

"پلیز بختاور! بس کرو اب۔۔۔" نیلم نے جھنجلا کر بختاور کی شکل پر پھیلی بے چارگی دیکھی اور ساتھ ہی وہ ڈھیلی پڑ گئی۔

"تمہیں پتا تو ہے' وہ سینٹرل لائبریری والی کنٹین پر اکثر شام کو چائے پینے آتا ہے۔۔۔" بختاور نے خفت زدہ انداز میں اپنی انگلیاں موڑیں۔

"پھر۔۔۔" نیلم اس کی بات کا پس منظر تو جان چکی تھی' لیکن اتنے خراب موسم میں باہر نکلنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

"بس کینٹین سے ہو کر آجائیں گے' دوسری سائیڈ نہیں نکلیں گے۔" بختاور کے انداز میں کچھ تھا جو نیلم کو نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھنا پڑا۔ دونوں کے درمیان میں چپکے سے خاموشی در آئی۔ کوریڈور سے جیسے ہی وہ دونوں باہر نکلیں تو سامنے آسمان کالے بادلوں سے اٹا ہوا تھا۔ دور کہیں بجلی بھی گڑگڑائی۔

"موسم کے تیور دیکھے ہیں تم نے۔۔۔" نیلم نے ہوسٹل کے گیٹ پر رکھے رجسٹر پر اپنا اور اس کا نام لکھتے ہوئے ایک دفعہ پھر اسے ڈرانے کی کوشش کی۔

"کچھ نہیں ہوتا۔۔۔" بختاور نے بھی آج نہ ماننے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"میں بھاگ کر اندر سے چھاتا نہ لے آؤں۔" نیلم نے موسم کی شدت کو بھانپتے ہوئے بختاور کا بے چین چہرہ دیکھا جو ایک منٹ بھی وہاں رکنے کی روادار نہیں تھی۔

"تم کوئی مٹی کی بنی ہوئی نہیں ہو' جو دو چار بوندوں سے پگھل جاؤ گی۔۔۔" بختاور کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا' اس نے نیلم کا بازو زبردستی پکڑا اور باہر کی طرف چل پڑی۔ ہوسٹل کے زندہ دل لڑکے اور لڑکیاں موسم انجوائے کرنے کے لیے باہر نکلے ہوئے تھے۔ موسم غضب کا تھا اور ہوا اپنے دامن میں نم آلود جھونکوں کو لیے ان کے ساتھ ہی محو رقص تھی۔ یخ ٹھنڈی ہوا جب جسم سے ٹکراتی تو ایک کپکپی سی طاری ہو جاتی۔ ان کے آگے فارمیسی کے کچھ شرارتی لڑکوں کا ٹولہ چل رہا تھا۔ وہ سب آپس میں اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔

"آئے موسم رنگیلے سہانے' جیا نہیں مانے۔۔۔" وہ

سب ایک دم ہی بلند آواز میں گنگنانا شروع ہو گئے۔

"نیلم! تھوڑا ٹھہر جاؤ' ان کو آگے جانے دو۔۔۔" بختاور نے خوف زدہ انداز سے نیلم کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ دونوں ایک شیڈ کے نیچے کھڑی ہو گئیں۔ موسلا دھار بارش ایک دم ہی شروع ہو گئی تھی۔ لڑکوں کا ٹولہ کافی آگے جا چکا تھا۔

"میں نے کہا تھا ناں' آج ہوسٹل سے مت نکلو۔" بارش کے ساتھ ساتھ نیلم کو بھی برسنے کا موقع مل گیا۔ ٹھنڈی یخ ہوا کا رخ ان کی جانب ہو گیا تھا اور بارش کی بوچھاڑ سے بچنے کے لیے وہ دونوں پریشانی سے دائیں بائیں دیکھ رہی تھیں۔ اسی وقت یونیورسٹی کی بس اس اسٹاپ پر رکی' اور اس کے اندر سے چند اسٹوڈنٹس اترے۔۔۔

"یہ ہاشم ہے ناں۔۔۔" نیلم کی اطلاع پر بختاور کا دل عجیب انداز سے دھڑکا' اس نے بے چین نگاہوں سے اس طرف دیکھا جہاں چند لڑکے بارش سے بچنے کے لیے ایک درخت کے نیچے جا کھڑے ہوئے تھے۔

"کہاں ہے ہاشم۔۔۔؟" بختاور کو مسلسل اور تواتر سے برستی ہوئی بارش میں کچھ فاصلے پر کھڑے لڑکوں کے چہرے صاف نظر نہیں آ رہے تھے' کچھ ایک دم ملنے والی خوشی کی وجہ سے وہ حواس باختہ ہو گئی۔

"بے وقوف لڑکی' وہ سامنے دیکھو' بلیک کلر کی چھتری اٹھائے' جیمز بانڈ کی طرح چلا آ رہا ہے۔" بختاور نے بے ربط ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے سامنے کی طرف دیکھا اور اس دفعہ وہ اسے نظر آ ہی گیا تھا' پورے بیس دن سولہ گھنٹوں اور تیس منٹ کے بعد جو چہرہ اسے نظر آیا تھا' اسے دیکھتے ہی بختاور کو اپنی زندگی میں ساری رنگینی' خوشی اور دلکشی دکھائی دینے لگی تھی' لیکن اس کے ساتھ ہی اسے پچھلے دنوں کی ساری کوفت' پریشانی اور جھنجلاہٹ یاد آ گئی اور عین موقعے پر یہ بھی یاد آ گیا کہ وہ اس سے خفا تھی۔ اس لیے قدرے رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"ہائے ینگ گرلز۔۔۔!" وہ اپنی قاتل مسکراہٹ کے ساتھ ان کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ تیز بارش میں اس کے بال بھیگے ہوئے اور شرٹ سے پانی ٹپک رہا تھا۔ ہاتھ میں چھاتا ہونے کے باوجود وہ باقاعدہ بھیگ چکا تھا۔

"آپ کہاں ابن بطوطہ کی طرح جنگلوں کی خاک چھاننے نکل گئے تھے؟" نیلم نے اسے دیکھ کر شوخی سے پوچھا۔

"بس جناب نگری نگری پھرا مسافر' گھر کا رستہ بھول گیا تھا۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے بولا اور ہاتھ کے اشارے سے نیلم سے دریافت کیا کہ بختاور کو کیا ہوا۔ نیلم نے غبارے کی طرح منہ پھلا کر اسے اشارہ کیا کہ وہ اس سے خفا ہے۔

"ہیلو ناراض لوگو۔۔۔" وہ بختاور کے سامنے ہاتھ لہرا کر بولا۔

"بات مت کریں آپ مجھ سے۔۔۔" وہ ناراض سے انداز سے سامنے خالی سڑک پر چل پڑی۔ بارش اس کی ہم سفر تھی۔

"اس کا مطلب ہے' معاملہ زیادہ خراب ہے۔۔۔" ہاشم کو تشویش لاحق ہوئی۔ ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں ملبوس وہ ناراض سی لڑکی اس کے دل کا چین تو بہت عرصہ پہلے چرا چکی تھی' لیکن آج اس کی ناراضی تو اس کی جان نکالے جا رہی تھی۔

"آپ یہ چھتری پکڑائیں مجھے اور اس ناراض ہیروئن کو منا کر مغرب سے پہلے ہوسٹل بھجوا دیجیے گا۔" نیلم کی بات پر وہ دوستانہ انداز سے مسکرایا۔ بارش کی شدت میں کمی تو ہو گئی تھی' لیکن ابھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی تھی۔ نیلم چھتری پکڑ کر ہوسٹل کی جانب دوڑ لگا چکی تھی۔

"تم کہاں جا رہی ہو۔۔۔؟" ہاشم نے شرارت بھرے انداز میں اس کا بازو پکڑا جو نیلم کے پیچھے چل پڑی تھی۔ بختاور کو کرنٹ سا لگا۔ اسی لمحے بارش کی بوندوں میں تیزی آئی' ہاشم نے اس کا چہرہ دیکھا جو آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"تم رو کیوں رہی ہو بختاور۔۔۔؟" وہ حقیقتاً پریشان ہوا۔

"میں رو نہیں رہی' یہ بارش کا پانی ہے۔۔۔" بختاور کا

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

لہجہ بھی آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"میں پاگل ہوں کیا جو بارش کے اور آنسوؤں کے پانی میں تمیز نہیں کر سکتا۔" وہ پریشان سے انداز سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا' وہ مکمل بھیگ چکی تھی اور اس خالی سڑک پر ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"میرے ساتھ ڈپارٹمنٹ چلو۔" وہ دوستانہ انداز میں اس کا بازو پکڑ کر اپنے ڈپارٹمنٹ کی طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے اسے کچھ خیال آیا' اس نے اپنی لیدر کی جیکٹ اتار کر بختاور کے کندھوں پر پھیلا دی۔ بختاور کو اس کے پرفیوم کی جانی پہچانی سی خوشبو نے بوکھلا کر رکھ دیا۔ وہ دونوں ڈپارٹمنٹ کے آگے بنے شیڈ کے نیچے آن کر کھڑے ہوئے۔ ہاشم اب غور سے اس کی آنکھوں میں پھیلی آنسوؤں کی لالی کو دیکھ رہا تھا۔ اسے وہ دنیا کی سب سے معصوم لڑکی لگی' جو خفا ہو کر ساری دنیا سے لاتعلق ہو گئی ہو۔

"مجھ سے ناراض ہو ناں۔" اس کی گہری نظریں بختاور کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا کر رہی تھیں۔

"جب پتا ہے' تو کیوں بار بار پوچھ رہے ہیں۔" اس کے لہجے سے چھلکتی ناراضی کو محسوس کر کے وہ مسکرایا۔

"ٹرسٹ می' ایک عجیب و غریب مسئلے میں پھنس گیا تھا۔" اس نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

"انسان ایک کال کر کے تو بتا سکتا ہے ناں۔" بختاور آج اسے کسی طور پر بھی بخشنے کو تیار نہیں تھی۔

"اتنے اچھے موسم میں روٹھنا نہیں اچھا۔" وہ ہلکا سا اس کے کانوں کے پاس آ کر گنگنایا۔ بختاور ایک لمحے کو سرخ ہوئی۔

"مجھ سے شادی کرو گی۔؟" وہ تسلسل سے برستی بوندوں پر نظریں جمائے بڑے لاپروا انداز سے کہتا ہوا بختاور کے دل کی دنیا میں ہلچل مچا گیا۔

"کیا۔؟" بختاور کو اپنی سماعتوں پر شک ہوا۔

"اے دنیا کی معصوم ترین لڑکی! ایک لاپروا' سست' کاہل' بے روزگار اور نکمے انسان سے شادی کرو گی۔" وہ تھوڑا سا شوخ ہوا۔

"یہ پرپوز کر رہے ہیں یا ڈرا رہے ہیں مجھے۔" بختاور بے ساختہ انداز میں ہنسی۔

"بتاؤ ناں۔؟" وہ اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" بختاور بوکھلا کر اپنے ہوسٹل کی جانب چل پڑی' یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح اچانک آ کر اسے پرپوز کر دے گا۔ بارش بھی اس کا اقرار سننے کو تھوڑا مدھم ہوئی۔ وہ مریم ہال کی جانب جانے والی سڑک کی طرف گامزن تھی۔ وہ ایک دم ہی پیچھے سے آ کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"بختاور۔" بوندوں کی جلترنگ میں اس کا لہجہ بختاور کو اپنے کانوں میں رس گھولتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ چلتے چلتے رک گئی۔

اس سے پہلے کہ یہ ساون کی جھڑی تھم جائے
جتنے اقرار کے لفظ ہیں کہہ دو مجھ سے۔
بھیگتے پیڑ ہیں' میں ہوں' تم ہو۔
اس برستے ہوئے بادل کی طرح۔
لفظ اگر مڑ کر بھی نہ آئے تو کیا ہوا۔؟
بھیگتے پیڑ کے جا کر گواہی دیں گے۔؟

وہ امجد اسلام امجد کی نظم اپنے خوب صورت لب و لہجے میں سنا کر اس کے اختیار کے سارے موسم اپنی دسترس میں کر چکا تھا۔ ساون کی جھڑی رک چکی تھی' آکاش دیکھتے ہی دیکھتے صاف ہو گیا تھا بالکل اسی طرح بختاور کے دل کی وادی میں ایک دلکش سا موسم آ کر ٹھہر گیا تھا۔

"میں نے پچھلے دنوں ایک بات بہت سنجیدگی سے سوچی بختاور۔" وہ دونوں مریم ہال کے گیٹ کے پاس آ کر رک گئے تھے۔ بختاور نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا جس کے بالوں میں بارش کی ننھی ننھی بوندیں چمک رہی تھیں۔

"میں نے سوچا' بیس دنوں میں جو لڑکی بیس ہزار دفعہ یاد آئے تو اسے اگلے بیس دنوں میں اپنی دلہن بنا کر گھر لے آنا چاہیے۔" ہاشم کے سنجیدہ انداز پر بختاور کا دل دھڑکا اور پلکوں پر ستاروں کی دھنک مسکانے لگی۔

"ٹھیک سوچا ناں۔" وہ اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر شرارت بھرے انداز سے گویا ہوا۔

"مجھے نہیں پتا۔" وہ انجان بن گئی۔

"لیکن مجھے پتا ہے' جب کوئی لڑکی آپ کی آنکھوں میں دیکھے بغیر آہستگی سے کہے' اسے نہیں پتا' تو یقین مانو' اسے سب پتا ہوتا ہے۔"

"اور جب کوئی لڑکا' بارش کے پانی اور آنسوؤں کے پانی کا فرق جان لے اور اسے معلوم ہو جائے کہ یہ لڑکی اسی کے لیے رو رہی ہے تو میرے خیال میں اس کا پرپوزل مان لینا چاہیے۔"

بختاور کا اعتماد بحال ہو چکا تھا اور وہ اب ہاشم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے حیران کر رہی تھی۔

* * *

"تم نے بہت اچھا کیا جو قرآن پاک حفظ کرنا شروع کر دیا۔" اس دن نانو سرسوں کے تیل کا پیالہ اٹھائے عدینہ کے کمرے میں چلی آئیں اور اسے زمین پر بیٹھا کر خود پلنگ پر بیٹھ کر اس کے سر کا مساج کرنے لگیں۔

"نانو! آپ پہلی خاتون ہیں جو ایسا کہہ رہی ہیں۔" عدینہ کی ان کے ساتھ خوب بے تکلفی ہو چکی تھی۔

"وہ کیوں بھلا۔؟" اس کے سر کا مساج کرتے نانو کے چلتے ہاتھ حیرت سے رکے۔

"سب کو لگتا تھا' میں نے میڈیکل چھوڑ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔" عدینہ نے منہ بناتے ہوئے اپنی بات کی وضاحت کی۔

"خیر' ایسی بڑی غلطی بھی نہیں اور ویسے بھی اللہ کا کلام سینے میں محفوظ کرنا بھی تو آسان کام نہیں۔ اللہ ہر کسی کو تھوڑی یہ سعادت دیتا ہے۔" نانو نے محبت بھرے انداز سے دوبارہ اس کے سر پر مساج شروع کر دیا۔ عدینہ کو طمانیت کا احساس ہوا۔ ذہن پر ہلکا ہلکا سا سرور طاری ہونے لگا۔

"یہ صالحہ تم سے خفا ہے کیا۔؟" نانو کی بات پر عدینہ کا دماغ بھک کر کے اڑا۔ ساری نیند اور نشہ ہرن ہو گیا۔

"آپ سے کس نے کہا۔؟" عدینہ حیران کم اور پریشان زیادہ ہوئی' کیونکہ اپنی طرف سے وہ اور صالحہ مہمانوں کے سامنے خاصی بے تکلفی کا مظاہرہ کرتی تھیں' لیکن کہیں نہ کہیں بھول چوک پھر بھی ہو ہی گئی تھی۔

"مجھے کس نے کہنا تھا۔" نانو نے سادگی سے کہا۔

"مجھے خود ایسا لگا کہ تم دونوں میں ماں بیٹی والی روایتی بات ہی نہیں۔"

"کیا مطلب نانو۔؟" عدینہ الجھ سی گئی۔

"بھئی' نہ تم اس سے بیٹیوں کی طرح ناز نخرے اٹھواتی ہو' نہ وہ تمہارے ساتھ کوئی ایسا لاڈ کرتی ہے' اب تو یہ بھی شک نہیں رہا کہ تم اس کی سگی بیٹی نہیں ہو۔" نانو کچھ ضرورت سے زیادہ ہی صاف گو تھیں۔

"اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں' انہوں نے خود ہی مجھے ہمیشہ سے ایک فاصلے پر رکھا ہے۔" عدینہ نے اپنی صفائی دی۔

"میں پوچھوں گی اس سے بھی۔" نانو نے اس کے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے اپنے ارادے سے باخبر کیا' عدینہ پریشان ہو گئی۔

"نانو پلیز' ایسا مت کیجیے گا' وہ سمجھیں گی' شاید میں نے شکایت کی ہے۔"

"لو میں کوئی بچی ہوں یا میری آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے' جو مجھے چیزیں ڈھنگ سے نظر نہیں آتیں۔" نانو برا مان گئیں۔

"میں نے ایسے تو نہیں کہا' لیکن پلیز' آپ میرا نام لے کر بات مت کیجیے گا۔" عدینہ نے التجائیہ لہجے میں ان سے درخواست کی۔

"ہاں ہاں۔ پتا ہے مجھے' میں کوئی بے وقوف تھوڑی ہوں' اچھی طرح پتا ہے' کون سی بات کیسے کرنی ہے۔" نانو نے لاپروا انداز سے اسے تسلی دینے کی کوشش کی' یہ الگ بات کہ عدینہ کو یقین نہیں آیا' کیونکہ اتنا تو اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ نانو کو بھی آپا صالحہ کی طرح بغیر کسی لگی لپٹی کے بات کرنے کی عادت ہے اور وہ بھی ان ہی کی طرح خطرناک حد تک صاف گو واقع ہوئی ہیں۔

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"اپنی نانو کے سامنے عبداللہ کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس دن وہ کچن میں مونا کے ساتھ بیٹھی سلاد بنا رہی تھی، جب آپا صالحہ کسی کام سے اندر داخل ہوئیں، فریج کا دروازہ کھول کر پانی کی بوتل نکالتے ہوئے انتہائی عام لہجے میں کہا کہ اگر اس میں عبداللہ کا نام نہ ہوتا تو شاید مونا اور عدینہ دونوں کو ہی پتا نہ چلتا کہ انہوں نے کسے مخاطب کر کے بات کی ہے۔

"بھلا یہ کوئی بات ہے، کہنے والی۔" آپا صالحہ کے کچن سے نکلتے ہی عدینہ نے شکایتی نگاہوں سے مونا کو دیکھا جو خود بھی آپا کی اس بات پر گڑبڑا سی گئی تھی، کیونکہ اسے بھی آپا سے اس بات کی توقع نہیں تھی۔

"پتا نہیں ان کے ذہن میں کیا بات ہو، اس لیے آپ اپنا دل خراب مت کریں۔" مونا کے پاس اس کے لیے دلاسوں کی کبھی کمی نہیں تھی۔

"میرے لیے ہمیشہ وہ غلط ہی سوچتی ہیں۔" عدینہ ہاتھ میں پکڑا کھیرا غصے سے پلیٹ میں رکھ کر کچن سے باہر نکل گئی۔ عدینہ نے تاسف بھرے انداز سے اس کی طرف دیکھا، دل ہی دل میں اسے بھی آپا صالحہ کی بات اچھی نہیں لگی تھی، لیکن عدینہ کے سامنے ایسا کہنا اس کی ناراضی کو مزید بھڑکانے کے مترادف تھا۔ اس لیے خاموش ہی رہی۔

عدینہ جیسے ہی اپنے کمرے کی جانب بڑھی، آپا صالحہ کے کمرے کے باہر سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹک گئی، دروازے کے آگے پردہ تھا اور آپا صالحہ کمرے میں موجود اپنی ساس سے مخاطب تھیں۔

"اماں نے عدینہ کے لیے بہت اچھا رشتہ بتایا ہے۔" آپا صالحہ کی بات پر عدینہ کو باہر کھڑے شاک لگا، اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے کیوں نانو کے سامنے عبداللہ کا ذکر کرنے سے منع کیا ہے۔

"لیکن ابھی تو وہ قرآن پاک حفظ کر رہی ہے۔" بے بے نے فوراً ہی انہیں یاد دلایا۔

"ہاں سوچ رہی ہوں جیسے ہی اس کی ختم قرآن کی تقریب ہو، اگلے ہی ہفتے اسے رخصت کر دوں۔" آپا صالحہ اس کے لیے دل میں کئی پلان بنائے بیٹھی تھیں۔

عدینہ کا باہر کھڑے دل خراب ہوا، وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپا اتنی جلدی اس کی شادی کے لیے ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیں گی۔

"میں نے عدینہ کو بھی منع کیا ہے اور آپ بھی ان کے سامنے عبداللہ کا ذکر مت کریں۔" آپا صالحہ سنجیدہ انداز سے اپنی ساس کو سمجھا رہی تھیں۔

"بتا دینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" بے بے نے ہلکا سا اعتراض کیا۔

"کیا ضرورت ہے بے بے! منگنی کی کون سا کوئی شرعی حیثیت ہوتی ہے اور میں تو راضی ہی نہیں تھی، اللہ بخشے عدینہ کے ابا کا فیصلہ تھا یہ۔" آپا صالحہ منہ بناتے ہوئے بول رہی تھیں۔ "ویسے بھی وہ کون سا زندہ ہے جو ہم خواہ مخواہ میں اس بات کی وضاحتیں دیتے پھریں۔" آپا صالحہ کی اپنی منطق تھی۔

"لیکن عدینہ ابھی اسے بھولی نہیں ہے۔" بے بے نے محتاط انداز سے انہیں خبردار کیا۔

"ایسی محبتیں ریت پر بنائے ہوئے نقش کی طرح زیادہ پائیدار نہیں ہوتیں۔" آپا صالحہ خاصی خوش گمان تھیں۔ "عدینہ بھی دو چار مہینوں میں بھول بھال جائے گی، آپ نے دیکھا نہیں اس کا دھیان خاصا بٹ گیا ہے۔"

عدینہ کا دل ایک دم ہی خراب ہوا، وہ زبردستی پاؤں گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل دی، کچھ سوچ کر اس نے اپنی ڈائری نکالی، اس کے کور میں عبداللہ کی ایک پاسپورٹ سائز تصویر تھی جو اس کے کمرے کی صفائی کے دوران مونا کے ہاتھ لگی تھی۔ وہ بوجھل دل اور نم آنکھوں کے ساتھ اس کی تصویر کو دیکھنے لگی اور پھر نہ جانے اس کے ذہن میں کیا آیا، اس نے قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کر دیا۔

"پہلی محبت، پہلی چاہت اور پہلی پسندیدگی کے رنگ کبھی مدھم نہیں پڑتے۔ خاص طور پر عورت، اس مرد کو کبھی نہیں بھولتی جس نے پہلی دفعہ اس کے دل کی دنیا کو فتح کر کے اپنے نام کا جھنڈا لگایا ہو۔ اگر وہ محبت تقدیر کی ستم ظریفی سے کہیں ہاتھ چھڑا کر دنیا کے میلے میں گم ہو جائے تو اس چاہت کے نام کا دیا ہمیشہ دل کے کسی کونے میں جلتا ہی رہتا ہے۔ وہاں منعقد ہونے والی شام غریباں کے چراغوں کو جلانے کے لیے کسی خاص تیل کی ضرورت نہیں ہوتی، کوئی شناسا لہجہ، مانوس سی خوشبو، دل چراتا لمحہ ذہن کے دریچوں پر روشن ہو جائے تو سارے ہی ان کے دکھ جاگ اٹھتے ہیں۔"

اس نے لکھتے لکھتے پلنگ کی پشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لیں، بہت سے رکے ہوئے آنسو اس کے گالوں سے پھسلتے ہوئے ہونٹوں پر آ کر ٹھہر گئے۔ اسے آج رات پھر عبداللہ کا سوگ منانا تھا۔

* * *

"پاپا! میں سخت خفا ہوں ماہیر سے۔" آج کافی دن کے بعد اوریدا کی اپنے باپ سے بات ہوئی تھی اور جب سے تیمور کو اس کے ایف ایس سی میں ایڈمیشن کا پتا چلا تھا وہ آج کل اوریدا کو خاصی رعایت دے دیتے تھے۔

"بیٹا! آپ کو پتا تو ہے اس نے جگہ جگہ پاؤں پھنسا رکھے ہیں۔" تیمور نے ماہیر کی طرف سے اس کا دل صاف کرنے کی کوشش کی۔ ماہیر، اوریدا سے چار پانچ سال بڑا تھا لیکن اوریدا ہمیشہ اس کا نام لے کر ہی بے تکلفی سے بات کرتی تھی۔

"جب سے میں پاکستان آئی ہوں، وہ بھول کر ایک مہینے میں مشکل سے دو دفعہ کال کرتا ہے۔" اوریدا نے آج ماہیر کے خلاف شکایتوں کا دفتر کھول رکھا تھا۔

"میں کان کھینچوں گا اس کے، آپ پریشان مت ہوں۔" تیمور نے محبت بھرے انداز سے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"میں نے سنا ہے بڑے ابا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔" تیمور تھوڑا سا جھجک کر بولے۔

"اچھا۔۔۔؟" اوریدا حیران ہوئی۔ "آپ کو کس نے بتایا۔۔۔؟"

"تمہاری طیبہ پھپھو سے بات ہوئی تھی کل، وہ ذکر کر رہی تھیں۔" تیمور کی بات پر اوریدا خوشگوار حیرت کا شکار ہوئی۔

"پاپا! آپ کی طیبہ آنٹی سے بات ہوتی ہے کیا۔۔۔؟" وہ بڑے ابا کی بیماری کو اہمیت دیے بغیر حیرانی سے ان سے پوچھ رہی تھی۔

"میری بہن ہیں وہ۔" تیمور لاپروائی سے گویا ہوئے۔ "اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے، میں کبھی بھی اس سے بات کر سکتا ہوں، مجھ پر کوئی پابندی تو نہیں ہے۔"

"اچھا بڑے ابا سے بات کرنے پر تو پابندی ہے نا۔" اوریدا اپنے مخصوص لاابالی انداز میں ایک دفعہ پھر تیمور کو تپا گئی۔

"ہرگز نہیں اور اس قسم کی فضول باتیں آپ کے ذہن میں آتی کہاں سے ہیں؟" تیمور کے لہجے سے چھلکتی ناراضی کو محسوس کر کے اوریدا گھبرا سی گئی۔

"ویسے ہی پاپا، آپ ان سے بات جو نہیں کرتے۔" اس نے بوکھلا کر وضاحت دی جو اس کے ہی گلے پڑ گئی۔

"بہت ہی افسوس کی بات ہے اوریدا، میں تو ان سے سات سمندر پار دور ہوں اور وہ آپ کے سگے دادا ہیں، آپ کو ایک گھر میں رہ کر نہیں پتا کہ وہ بیمار ہیں۔" تیمور کی بات پر وہ ٹھیک ٹھاک شرمندہ ہوئی۔

"ایکچوئلی پاپا، وہ زیادہ تر اپنی اسٹڈی یا اپنے بیڈروم میں ہوتے ہیں، اس لیے مجھے پتا نہیں چلا۔"

"ان کی اسٹڈی اور ان کا بیڈروم کوئی امریکہ میں تو نہیں ہیں، جہاں جانے کے لیے ویزا لینا پڑے۔" تیمور کی بات پر اوریدا کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"آئی ایم سوری پاپا۔" اوریدا نے عافیت اسی میں سمجھی کہ فوراً معذرت کر لے، ورنہ دوسری صورت میں ایک لمبا لیکچر تو ضرور سننا پڑتا۔ جو ابھی بھی اس کی قسمت میں لکھا جا چکا تھا۔

"میں نے آپ کو اس لیے یہاں بھیجا تھا کہ آپ بڑے ابا کا دل جیتیں، شاید اسی طرح وہ اپنا ظرف بڑا کر

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کے میری بہت سی کوتاہیوں کو در گزر کرلیں۔"

تیمور کی بات پر وہ حیران ہوئی' کیونکہ وہ تو آج تک یہی سمجھتی رہی تھی کہ باہر کے کھلے ماحول کی وجہ سے اسے پاکستان بھجوایا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال کرتی' کال کٹ چکی تھی۔ اوریدا کا دل خفا سا ہوا۔ وہ کچھ سوچ کر کچن میں چلی آئی اور فریج سے چکن نکال کر بڑے ابا کے لیے سوپ بنانے لگی۔ اسی دوران بڑی اماں جو کسی کام سے کچن میں داخل ہوئی تھیں' اسے دیکھ کر چونکیں۔

"آج سورج کہاں سے نکل آیا جو تم برتنوں اور چولہے میں سر دیے کھڑی ہو۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوئیں۔

"بڑے ابا کو کیا ہوا ہے ـــ؟" وہ ان کے طنز کو بمشکل پیتے ہوئے ان کی توجہ دوسری جانب مبذول کروانے میں کامیاب ہو گئی۔

"بازوؤں میں مسلز پین ہوا ہے' آج کل مکمل بیڈ ریسٹ کر رہے ہیں ـــ" بڑی اماں اب دیگچیوں کے ڈھکن اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھیں۔ "یہ تم کیا بنا رہی ہو؟"

"بڑے ابا کے لیے چکن سوپ ـــ" وہ ہلکا سا جھجک کر بولی تو بڑی اماں کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔

"یقیناً" تیمور نے ہی کہا ہو گا تمہیں کہ جا کر بڑے ابا کی خدمت کرو ـــ"

"آپ کو کیسے پتا چلا ـــ" اوریدا ان کے بالکل درست اندازے پر ہکا بکا سی رہ گئی۔

"اس لیے کہ ایسی عقل والی باتیں تمہارے اپنے ذہن میں خود سے نہیں آتیں۔" بڑی اماں کا لہجہ سادہ تھا لیکن اوریدا سلگ کر رہ گئی۔

"اب میں اتنی بھی بے وقوف نہیں ہوں ـــ" اس نے غصے سے چولہے کی آنچ تیز کی۔

"اچھا اچھا زیادہ منہ بنانے کی ضرورت نہیں' چولہا تھوڑا ہلکا رکھو ـــ" بڑی اماں نے تنقیدی نگاہوں سے سوپ کا جائزہ لیا۔

"بوا رحمت یا صغریٰ کو چیک کروا لیتا سوپ' ایسا نہ ہو کہ ایک دفعہ پھر جھاڑ پڑ جائے تمہیں۔" بڑی اماں جاتے جاتے بھی اس کا دل جلا گئی تھیں۔ وہ تو خیریت رہی کہ ان کے کچن سے نکلتے ہی بوا رحمت آ گئیں' باقی سارا کام انہوں نے سنبھال لیا۔

"یہ لو بیٹا' جا کر دے آؤ اپنے بڑے ابا کو ـــ" بوا رحمت کی بات پر وہ بوکھلا سی گئی۔

"میں ـــ؟" اس نے انگلی سے اپنی جانب اشارہ کیا۔

"ظاہر ہے بیٹا' اس کچن میں آپ کے علاوہ یہ دیواریں ہی ہیں' اب میں انہیں تو کہنے سے رہی۔"

بوا رحمت بڑی اماں کے ساتھ رہتے ہوئے انہی کا لہجہ اور انداز اپنا چکی تھیں۔ اوریدا کی مجبوری تھی کہ وہ کسی کے ساتھ بھی بدتمیزی نہیں کر سکتی تھی' خصوصاً "بوا رحمت کے بارے میں بڑی اماں کے بڑے سخت احکام تھے۔ وہ بادل نخواستہ ٹرے اٹھا کر باہر نکل آئی۔ اس کا ذرا بھی دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ بڑے ابا کا سامنا کرے' کیونکہ ان کے مزاج کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا اور اوریدا سے تو وہ ویسے ہی خار کھاتے تھے۔ بڑے محتاط سے انداز سے اس نے دروازہ ہلکا سا ناک کیا۔

"یس کم ان ـــ" بڑے ابا کی بڑی بارعب سی آواز اوریدا کی سماعتوں سے ٹکرائی اور اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ پاؤں زمین پر جم گئے اور ایک قدم اٹھانا بھی دشوار ہو گیا۔

"کون ہے دروازے پر ـــ" اس دفعہ ان کی آواز میں ہلکی سی برہمی شامل ہوئی۔ اوریدا کو کرنٹ سا لگا' اس نے ہلکا سا دروازہ دھکیلا اور اندر داخل ہوئی۔

"یہ کیا ہے ـــ؟" انہوں نے کڑے تیوروں سے اوریدا کے ہاتھ میں پکڑی ٹرے دیکھی' جو لگتا تھا کسی بھی لمحے چھوٹ کر زمین پر آن گرے گی۔ کمرے کے کونے میں نماز پڑھتی بڑی اماں نے جلدی سے جائے نماز کو لپیٹا اور اس کی مدد کے لیے آگے بڑھیں۔

"بابا کے لیے سوپ ہے ـــ" اس کے منہ سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔

"بابا ـــ" ڈاکٹر جلال کے دماغ میں آندھی سی چلی اور بہت سال پہلے کا ایک منظر ان کے دماغ میں روشن ہوا۔ وہ بھی تو اس رات اسی طرح ڈرتے ہوئے ان کے کمرے میں آئی تھی اور واپسی پر جاتے ہوئے خاندان کی ساری عزت بھی اپنے دامن میں لپیٹ کر لے گئی تھی۔ ان کا چہرہ دھواں دھواں ہوا' انہیں پہلی دفعہ اوریدا کے چہرے میں ایک اور چہرہ نظر آیا' وہ مضطرب سے ہو گئے۔

"اوریدا! تم جاؤ' میں خود انہیں ڈال کر دے دوں گی۔" بڑی اماں نے اس کی مشکل آسان کی۔ اوریدا فوراً پلٹی۔

"اپنی پوتی سے کہو' مجھے دوبارہ بابا مت کہے ـــ" بڑے ابا کا لہجہ دھیما' لیکن اس میں کرب کا ایک جہان آباد تھا۔ بڑی اماں نے چونک کر ان کا زرد ہوتا چہرہ دیکھا۔ اوریدا گھبرا کر فوراً" کمرے سے نکل گئی۔

وہ رات ڈاکٹر جلال صاحب پر خاصی بھاری تھی۔ ماضی کی ایسی کون سی تلخ یاد نہیں تھی جس نے ان کا دامن نہیں پکڑا تھا دل وحشی کو کسی طور قرار نہیں آرہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ایک ایک رگ میں حشر برپا ہو۔

کیا ہوا جلال صاحب آدھی رات کو ایسے ٹہل کیوں رہے ہیں؟" بڑی اماں کی ابھی ابھی آنکھ کھلی تو انہیں کمرے میں ٹہلتے دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

"نیند نہیں آرہی مجھے ـــ" انہوں نے بیزاری سے کہہ کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا۔ کمرے میں ایک دم ہی حبس کا احساس بڑھ گیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے پھر کسی چیز کی ٹینشن لے رکھی ہے آپ نے ـــ" بڑی اماں بھی ان کے مزاج کے سبھی موسموں کی ساتھی تھیں۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے اللہ ہر انسان کو زندگی میں کسی نہ کسی چیز سے آزماتا ضرور ہے اور میرے لیے اس نے میری اولاد کو چنا ہے۔" ڈاکٹر جلال کی بات پر ان کا دل دکھ کے گہرے احساس سے بھر گیا۔

"یہ تو اوپر والے کے کام ہیں' اسی کی مصلحتیں ہیں' وہ ہی جانتا ہے۔" بڑی اماں کی آنکھوں سے بھی نیند اڑ گئی۔

"مجھے تو لگتا ہے میرا ہی کسی لمحے کا بولا ہوا بڑا بول میرے سامنے آیا ہے۔" وہ پھیکے سے انداز سے مسکرائے۔

"کون سا بول ـــ؟" بڑی اماں نے تحیر کے عالم میں پوری آنکھیں کھول لیں۔

"جب حملو کی مسز کی ایک بیٹی کے بعد ڈیتھ ہو گئی تو میں نے پریشانی میں اپنے بھائی کے لیے یہ سوچا تھا کہ اس کی تو صرف ایک ہی بیٹی ہے' بڑھاپے میں کیا کرے گا یہ؟ کون ہو گا اس کے پاس؟" وہ افسردہ سے انداز سے اپنے دل کی بات بتا رہے تھے۔ "اس لمحے میں بار بار اللہ کا شکر ادا کرتا تھا کہ چلو میرے تو تین بچے ہیں' علی' میرا بیٹا' میرے بڑھاپے کا سہارا ہو گا مگر ـــ" ان کا دل بھر آیا اور وہ چپ کر گئے۔

"کیوں ایسی باتیں سوچ رہے ہیں آپ؟" بڑی اماں نے انہیں نرمی سے ٹوکا۔

"اب دیکھ لو حملو کی ایک ہی بیٹی تھی' لیکن اس کے ساتھ ہے اور میں آج بالکل تنہا اور خالی ہاتھ ہوں۔" پتا نہیں کیوں وہ حد درجہ دل گرفتہ تھے۔

"تیمور تو کب سے آنا چاہتا ہے مگر ـــ" وہ ہلکا سا جھجک کر بولیں' لیکن اس سے پہلے ہی انہوں نے بات کاٹ کر سختی سے کہا۔

"اسے کہو' وہ جہاں ہے' وہیں رہے' مجھے اس کی ضرورت نہیں ـــ"

"کب تک منع کریں گے اسے' کبھی نہ کبھی تو وہ آئے گا ہی ناں ـــ" بڑی اماں برا منا گئیں۔

"جس دن میرا جنازہ اس گھر سے اٹھ جائے' اس دن بے شک آ جائے۔"

ان کے سرد لہجے پر بڑی اماں دہل کر رہ گئیں۔ انہوں نے ناراض نگاہوں سے اپنے مجازی خدا کی طرف دیکھا جو اس وقت بالکل ایک ضدی' ہٹ دھرم اور انا پرست شخص کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا' انا پرست لوگ ٹوٹ تو سکتے ہیں' لیکن کسی کے سامنے جھک نہیں سکتے اور جلال صاحب تو مر

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

کر بھی ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

* * *

"ماما! پلیز اب بس کریں ناں۔۔۔" ارصم میڈیسن ہاتھ میں پکڑے بینش کے بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلے تین دن سے ان کی طبیعت سخت خراب تھی' وہ ارصم کے ساتھ ساتھ آغاجی سے بھی خفا ہو چکی تھیں' جو اس وقت ان کے کمرے کے کونے میں رکھی کرسی پر بیٹھے بڑی گہری نظروں سے ماں بیٹے کے درمیان ہونے والے مذاکرات دیکھ رہے تھے۔ بینش ایک دفعہ مان کر پھر مکر چکی تھیں۔

"تم لاہور کیوں نہیں جانا چاہتے آخر" بینش کی سوئی ایک ہی بات پر اٹکی ہوئی تھی۔ اب تو ارصم کا نام میرٹ کے لحاظ سے بہترین کالجز میں آچکا تھا۔

"میں آپ کے اور آغاجی کے بغیر نہیں رہ سکتا ماما۔" اس نے نظریں چرا کر دھیمے انداز میں انہیں دوبارہ یاد دلایا۔

"سچ سچ کہو یہی بات ہے یا اس کے پیچھے کوئی اور وجہ ہے؟" بینش نڈھال سے انداز سے اٹھ بیٹھیں۔

"ٹرسٹ می ماما' آپ کو پتا ہے میں جھوٹ نہیں بولتا۔" ارصم جھنجلا سا اٹھا۔

"بینش! تم اس کی بات پر یقین کیوں نہیں کر رہی ہو بیٹا۔ وہ کیوں تم سے غلط بیانی کرے گا۔" آغاجی نے بھی ارصم کی حمایت میں بیان جاری کیا۔ بینش ان کی بات پر تھوڑا سا بے چین ہوئیں۔

"اچھا خاصا تم پہلے مان گئی تھیں' اب بیٹھے بٹھائے تمہیں پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔" آغاجی نے کھوجتی ہوئی نگاہوں سے اپنی بیٹی کا پژمردہ چہرہ دیکھا۔ جو تین دن میں مرجھا سا گیا تھا' وہ صدیوں کی بیمار دکھائی دے رہی تھیں' وہ ان کو کیا بتاتیں کہ انہیں تین دن پہلے ہی تو پتا چلا تھا کہ اوریدا نے پری میڈیکل میں ایڈمیشن لے لیا ہے' اس دن اسپتال میں بڑے ابا نے یونہی لاپروائی سے انہیں بتایا تھا۔

"بڑے ابا! وہ میڈیکل کا میرٹ بنا سکے گی بھلا۔۔۔؟"

بینش نے استہزائیہ انداز میں اپنے تایا کا چہرہ دیکھا۔

"بھئی امیر باپ کی بیٹی ہے' ایسے نالائقوں کے لیے جگہ جگہ پرائیوٹ میڈیکل کالج کھل تو گئے ہیں۔" بڑے ابا نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "اس کا کیا ہے اس کا باپ کسی بھی اچھے ادارے میں سیلف فنانس پر ایک سیٹ خرید دے گا اسے' آخر کو دن رات انگلینڈ میں پاؤنڈز کما رہا ہے۔" وہ کسی مریض کی فائل پر جھکے ہوئے ان کا سارا سکون برباد کر گئے تھے۔

اس دن سے بینش نے اس بات کو ذہن پر سوار کر رکھا تھا۔ جس کے نتیجے میں ان کا بی پی ہائی اور کولیسٹرول بھی خاصا بڑھا ہوا تھا۔ وہ دو دن سے اسپتال بھی نہیں جا رہی تھیں۔ آغاجی کے ساتھ ساتھ ارصم بھی حیران تھا کہ وہ تین چار دن پہلے تو آرام سے مان گئی تھیں' لیکن اب بیٹھے بٹھائے انہیں کیا ہو گیا۔

"ماما! آپ میری ایک بات مان لیں' بلیو می' میں آپ کی ہر بات مانوں گا۔۔۔" ارصم نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر التجائیہ انداز اپنایا۔ وہ حقیقت کی دنیا میں لوٹ آئیں۔ ارصم کی بات پر ان کے چہرے پر ایک پُراسرار سی مبہم مسکراہٹ ابھری۔

"سوچ لو ہم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔" انہوں نے عجیب سی نگاہوں سے اپنے اکلوتے بیٹے کو دیکھا' ذہن کی بساط پر بہت سے مہرے تیزی سے اوپر نیچے کر کے انہوں نے ایک شاطر سا میدان سجا ہی لیا تھا۔

"آپ کہتی ہیں تو میں لکھ کر دے دیتا ہوں۔۔۔" ارصم کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ انہیں اپنی زندگی کی ساری خوشیوں کا اختیار دے رہا ہے۔

"دیکھ لیں آغاجی۔ آپ گواہ رہیے گا۔۔۔" انہوں نے کمرے کے کونے میں بیٹھے آغاجی کو بھی اس کھیل میں شامل کیا۔ انہوں نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے اپنی بیٹی کے ذہن کو پڑھا۔ وہ سوچ سکتے تھے کہ بینش اپنے مقصد کو پانے کے لیے کسی بھی آخری حد تک جا سکتی ہے۔

"ماما' آئی پرامس۔۔۔" ارصم نے اپنے پیروں پر خود

کلہاڑی ماری۔

"ٹھیک ہے پھر تم فوجی فاؤنڈیشن میں نہیں بلکہ آرمی میڈیکل میں جاؤ گے۔۔۔" انہوں نے ایک پُرسکون سانس خارج کرتے ہوئے اعلان کیا۔ انہیں معلوم تھا کہ آرمی میڈیکل کا ایڈمیشن پھر بھی کافی مشکل ہے۔ فوجی فاؤنڈیشن میں تو وہ کم نمبروں کے ساتھ بھی سیلف فنانس پر بڑے آرام سے جا سکتی ہے۔

"اٹس اوکے ماما۔۔۔" ارصم کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ مان گئی تھیں۔

"اور تم ہوسٹل میں رہو گے صرف ویک اینڈ پر چکر لگاؤ گے۔۔۔" انہوں نے دوبارہ اپنی شرط دہرائی۔

"ڈن۔۔۔" ارصم کھل کر مسکرایا۔

"اب پلیز بیٹا! اچھی سی کافی اپنے ہاتھ کی بنوا کر پلاؤ' یقین مانو میرا تو دماغ پلپلا ہو گیا ہے' تم ماں بیٹے کے چکروں میں۔" آغاجی نے منہ بناتے ہوئے بینش سے فرمائش کی۔ جو ایک دم ہی ہشاش بشاش سی نظر آرہی تھیں۔

"اور ماما میرے لیے چکن سینڈوچ۔۔۔" ارصم نے بھی کمرے سے نکلتے ہوئے اپنی فرمائش نوٹ کروائی۔

چائے پی کر اور سینڈوچ کھا کر وہ یونہی اوریدا کے پورشن کی طرف چلا آیا۔ سامنے لان میں اوریدا اور سرمد کھڑے تھے۔ سرمد اللہ جانے اسے کیا سنا رہا تھا اوریدا کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔ وہ اتنی دور سے بھی اوریدا کی ہنسی سن سکتا تھا۔

سرمد بڑی نرم نگاہوں سے اوریدا کی طرف دیکھ رہا تھا جو لاپروائی سے اس کے سامنے کھڑی کچی کیری کھا رہی تھی۔ ارصم نے اس منظر کو خاصی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ اسے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ سرمد کی روز روز یہاں آمد بے سبب نہیں تھی۔

"ارے ارصم! وہاں کیوں رک گئے۔۔۔؟" اوریدا کی اس پر نظر پڑ ہی گئی۔ "ادھر آؤ' سرمد بھائی اپنی یونیورسٹی کے بہت مزے مزے کے قصے سنا رہے ہیں۔"

"ہاؤ آر یو ارصم۔۔۔" سرمد بھی مسکراتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"فائن' آپ کیسے ہیں۔۔۔" ارصم نے ہلکا سا سنبھل کر ان سے ہاتھ ملایا' جن کی نظریں ابھی بھی بھٹک بھٹک کر اوریدا کی طرف جا رہی تھیں۔

"آپ سنائیں' کیا چل رہا ہے آج کل۔۔۔" ارصم نے رسمی سے انداز میں پوچھا۔

"بس یار' آج کل جاب اور روزگار کے چکروں نے الجھا دیا ہے۔" سرمد دوستانہ انداز میں گویا ہوا۔

"اچھا مجھے تو لگتا ہے ان سب کے ساتھ کسی "اور" چکر میں بھی الجھے ہوئے ہیں آپ۔۔۔" ارصم نے اپنی طرف سے اس پر طنز کیا تھا جسے سنتے ہی وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ وہ اوریدا سے پانچ سال اور ارصم سے تین چار سال بڑا تھا' لیکن اس کے باوجود ان کے درمیان کافی بے تکلفی تھی۔

"بس یار دعا کرو' جو بھی چکر ہے کہیں گھن چکر نہ بن جائے۔" سرمد نے غیر سنجیدگی سے جواب دیا جسے سنتے ہی ارصم کے ذہن نے خطرے کا الارم بجا دیا۔ اوریدا لان میں لگے آم کے درخت سے کچی کیریاں توڑنے کے چکر میں دائیں بائیں گھوم رہی تھی۔

رات کو سرمد کے جاتے ہی وہ اوریدا کی طرف آ گیا جو ٹیرس میں رکھی کرسی پر بیٹھی تھی اور گود میں بیالوجی کی کتاب کھلی ہوئی تھی۔

"یہ سرمد بھائی آج کل زیادہ ہی نہیں آنے لگے یہاں۔۔۔" پتا نہیں کیوں اسے غصہ آ رہا تھا۔

"اچھا۔۔۔؟" وہ چونکی۔ "میں نے تو نوٹ نہیں کیا۔" اوریدا کے لہجے کی لاپروائی سے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ "ویسے آج تو بڑے ابا کی طبیعت پوچھنے آئے تھے وہ۔۔۔" اوریدا کو اچانک ہی یاد آیا۔

"بہرحال تم ادھر ادھر ٹائم ویسٹ کرنے کے بجائے اپنی اسٹڈیز پر دھیان دو' تو زیادہ بہتر ہے۔" ارصم کے لہجے کی سنجیدگی پر وہ ٹھٹکی۔

"کیا بات ہے ارصم! تم اتنے سنجیدہ کیوں ہو رہے

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں :۔

- ✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ✧ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- ✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ✧ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- ✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

ہو۔۔۔؟"

"مجھے اچھا نہیں لگتا جب تم اپنا ٹائم ادھر ادھر ضائع کرتی ہو۔" وہ ہنوز سابقہ انداز سے گویا ہوا۔

"ارصم! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے کیا۔۔۔" اوریدا پریشان ہوئی تو اس نے الجھ کر اوریدا کا بے داغ معصوم سا چہرہ دیکھا۔ پہلی دفعہ اس نے اس کے چہرے سے شعوری طور پر نظریں ہٹائی تھیں۔

"کیوں کیا ہوا۔۔۔؟" وہ رخ موڑ کر کھڑا ہو گیا اور ٹیرس کی ریلنگ سے جھک کر نیچے لان میں دیکھنے لگا۔

"تم اس طرح کی باتیں تو کبھی بھی نہیں کرتے۔۔۔" اوریدا کو اس کا انداز کچھ بدلا بدلا سا لگا تو فوراً" ہی اظہار بھی کر دیا۔ ارصم نے بہت سرعت سے خود کو سنبھالا اور مڑ کر اوریدا کی پریشان شکل دیکھی۔

"بیوقوف لڑکی! میں تو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم شروع سے اچھی طرح تیاری کرو' تاکہ تمہارا آرام سے کسی بھی اچھے میڈیکل کالج میں ایڈمیشن ہو جائے۔"

"کسی" سے تمہاری کیا مراد ہے۔۔۔" اوریدا نے فوراً" ہی اس کا جملہ پکڑا۔ "میں نے اگر ایڈمیشن لینا ہے تو صرف تمہارے کالج میں' ورنہ کہیں نہیں۔" وہ ابھی سے اپنا ذہن بنا چکی تھی۔ اس کی بات پر ارصم کا ذہن بھی کچھ ہلکا پھلکا ہوا۔ تھوڑی دیر پہلے کی ساری کثافت ایک دم ہی دھل گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"تمہارے بابا مان جائیں گے ہاشم کے پرپوزل کے لیے۔۔۔" اس رات بختاور بہت خوش تھی اور نیلم حیرانگی سے سارا قصہ سن رہی تھی۔ اسے ابھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہاشم اس طرح اچانک سے بختاور کو پرپوز کر دے گا۔

"بابا۔۔۔" بختاور ہلکا سا اٹکی۔۔۔ "کچھ کہہ نہیں سکتی۔۔"

"جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے' وہ صاف صاف کہہ چکے ہیں کہ تمہاری شادی کسی ڈاکٹر سے کریں گے' کیونکہ تم نے ان کی خواہش کے مطابق اس فیلڈ کا انتخاب نہیں کیا۔" نیلم کو اچانک یاد آیا کہ بختاور نے بہت شروع میں اسے یہ بات کہی تھی۔

"بابا کو تو عادت ہے ڈکٹیٹر بن کر اپنے فیصلے مسلط کرنے کی۔۔۔" بختاور کا حلق تک کڑوا ہوا۔ کچھ آج تازہ تازہ ہونے والی ملاقات کا خمار ذہن میں سوار تھا۔ اس لیے اسی فیصد لڑکیوں کی طرح بختاور کو بھی والدین کے پڑھائے گئے سارے سبق فضول اور بے معنی دکھائی دے رہے تھے۔

"اگر وہ نہ مانے تو۔۔۔؟" نیلم ۔۔۔ دماغ سے سوچ رہی تھی۔

"انہیں ماننا ہو گا۔۔۔" بختاور نے ہٹ دھرم انداز اپنایا۔

"اور فرض کرو وہ واقعی ہی نہیں مانے تو تم کیا کرو گی۔۔۔؟" نیلم جاننا چاہتی تھی کہ وہ محبت کے اس سفر میں کس حد تک آگے جا چکی ہے۔

"میں ہاشم کو کسی بھی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی' چاہے مجھے اس کے لیے آخری حد تک ہی کیوں نہ جانا پڑے۔۔۔" پہلی محبت کے خمار نے اس سے سوچنے اور سمجھنے کی ساری صلاحیتیں چھین لی تھیں۔ نیلم نے خوفزدہ نظروں سے اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر آج عجب قوس قزح پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن ان رنگوں میں سے ایک رنگ بغاوت اور ہٹ دھرمی کا تھا جو نیلم کے لیے پریشان کن تھا۔

"مجھے لگتا ہے تم دونوں کے اسٹیٹس میں کافی فرق ہے بختاور۔" نیلم نے ہلکا سا جھجک کر اسے سمجھانا چاہا۔

"سو واٹ۔۔۔؟" بختاور کسی بھی چیز کو اہمیت دینے کو تیار نہیں تھی۔ "مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔"

"بظاہر چھوٹی چھوٹی اور بے ضرر لگنے والی چیزیں' زندگی میں آگے جا کر بہت بڑے بڑے مسائل کا موجب بن جاتی ہیں۔ پانی کے ٹینک میں بننے والا چھوٹا سا سوراخ' کسی کے دل میں لگنے والی ہلکی سی گرہ اور شک کا ایک لمحہ' پوری زندگی کو برباد کر سکتا ہے۔" نیلم نے اسے ڈرانے کی کوشش کی۔ بختاور اس کی بات پر

طنزیہ انداز میں ہنسی۔

"محبت ان سب چیزوں سے بے نیاز ہوتی ہے۔۔۔" بختاور نے مسکرا کر اس کی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کی۔

"آئی ایم سوری! میں ایسی وقتی محبتوں کو نہیں مانتی' جو پانی کے بلبلے کی طرح بنتی ہیں اور ختم ہو جاتی ہیں۔" نیلم نے بھی صاف گوئی کہا۔

"یہ وقتی چاہت نہیں ہے نیلم۔۔۔" بختاور کو ایک دم غصہ آیا۔

"نادان لڑکیاں کیوں نہیں سمجھتیں' والدین کی عزتوں کے آنچل لیے جب وہ گھروں سے نکلتی ہیں تو محبتوں کے بے شمار رنگ برنگے کاغذی پھول جگہ جگہ ان کے منتظر ہوتے ہیں۔ جو دیکھنے میں بہت خوشنما لیکن خوشبو سے عاری ہوتے ہیں۔" نیلم کو بھی ایک دم ہی غصہ آیا۔

"تم ہاشم کو غلط سمجھ رہی ہو۔۔۔" بختاور نے احتجاجی نظروں سے اپنی دوست کو دیکھا جو اس وقت ناصح بنی ہوئی تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر تم اس ویک اینڈ پر جا کر اپنے والدین سے بات کر کے دیکھ لو۔" نیلم نے لاپروائی سے کندھے اچکائے اور اپنی کورس کی ایک کتاب کھول کر بیٹھ گئی۔ بختاور نے کچھ لمحے جانچتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم ہاشم کے بارے میں ایسا سوچتی ہو' مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔۔" بختاور کے لہجے سے رنجیدگی چھلکی۔

"میں ہاشم کو نہیں بلکہ تمہیں ایسا نہیں سمجھتی تھی۔" نیلم کتاب بند کر کے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کلاک پر رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔؟" بختاور الجھ سی گئی۔

"آئی ایم سوری بختاور! مجھے اندازہ نہیں تھا ہاشم کی محبت تمہارے حواسوں پر اس قدر سوار ہو جائے گی کہ تم اس کے لیے ہر صحیح اور غلط قدم کے لیے بھی خود کو حق بجانب سمجھنے لگو گی۔" نیلم نے صاف گوئی سے کہا۔

"وہ بہت اچھا ہے نیلم۔۔۔" بختاور نے ضد بھرے انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"اس کی اچھائی تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ تم اسے پانے کے لیے غلط حربے بھی استعمال کرنے لگو۔" نیلم نے برہم انداز میں اپنی بے وقوف دوست کو دیکھا جو اس کا پوائنٹ سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہی تھی۔

"میں ایسا کچھ نہیں کر رہی۔۔۔" بختاور نے نظریں چرا کر آہستگی سے صفائی دی۔

"لیکن میرا دل کہتا ہے کہ تم سب کچھ ہی کر گزرو گی۔" نیلم ہنوز اس سے خفا خفا سی تھی۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔؟" بختاور نے آخر کار ہتھیار ڈال ہی دیے۔

"میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم جو بھی قدم اٹھاؤ اس میں تمہارے والدین اور گھر والوں کی بھرپور رضامندی شامل ہو' کیونکہ جس فیصلے میں آپ کے والدین کی خوشی بھی شامل ہو' اللہ اس میں برکت ڈال دیتا ہے۔" نیلم نے ذرا نرم انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں اس ویک اینڈ پر گھر میں ضرور بات کروں گی۔" وہ آہستگی سے گویا ہوئی' لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی اس بات پر گھر میں اتنا بڑا طوفان کھڑا ہو جائے گا۔ اس کی والدہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں' کیا کچھ نہیں تھا ان کی آنکھوں میں غم' غصہ' ناراضی اور شکوہ' وہ ابھی زبان سے کچھ نہیں بولی تھیں لیکن ان کی آنکھیں چیخ چیخ کر برہمی کا اظہار کر رہی تھیں۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔۔۔" انہوں نے اپنی سب سے بڑی اور لاڈلی اولاد کو دیکھا۔ جس کی آنکھوں سے جھلکتی بغاوت انہیں مشتعل کر رہی تھی۔

"اس میں خرابی دماغ کی کیا بات ہے۔۔۔" بختاور کو بھی غصہ آ گیا۔

"تمہارے والد نے شروع دن سے کہہ رکھا ہے تمہاری شادی کسی ڈاکٹر سے کریں گے۔" بختاور کی

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

والدہ نے اسے یاد دلایا۔

"سخت نفرت ہے مجھے اس پروفیشن سے۔" وہ متنفر انداز سے گویا ہوئی۔ "اسی لیے تو میں اس فیلڈ میں نہیں گئی۔"

"وہ تو تم بہن بھائیوں کی ملی بھگت تھی، ورنہ سب کو پتا ہے تم آسانی سے اپنا میرٹ بنا سکتی تھیں۔" انہیں بھی ہر چیز کی خبر تھی۔

"پلیز اماں، آپ بابا سے بات کر کے تو دیکھیں۔۔۔" بختاور نے تھوڑا دھیما انداز اپنایا۔

"انہیں بھنک بھی پڑ گئی تو تمہیں یونیورسٹی بھی نہیں جانے دیں گے۔" انہوں نے اپنی لاڈلی کو ڈرایا۔

"لیں، یہ کوئی زبردستی ہے بھلا۔۔۔" بختاور ٹھیک ٹھاک برا مان گئی۔ "بابا کو تو ویسے ہی ڈکٹیٹر کی طرح حکومت کرنے کی عادت ہے، اب یہ کہاں لکھا ہے کہ ایک ڈاکٹر ہی اچھا شوہر ثابت ہو سکتا ہے۔" وہ حد درجہ بدگمان ہوئی۔

"دیکھو بختاور! مجھے اس لڑکے میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آرہی جو تمہارے باپ کے فیصلے کو بدل سکے۔" انہوں نے صاف گوئی سے کہا۔

"تو ٹھیک ہے پھر میرے دل کو کوئی ایسی دلیل یا منطق دیں، جسے سن کر میں بھی اپنا فیصلہ تبدیل کر سکوں۔" اس نے بھی دوٹوک انداز اپنایا۔

"بختاور۔۔۔" وہ صدمہ بھرے انداز سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"آپ ایک دفعہ ہاشم رضا سے مل کر تو دیکھیں، مجھے یقین ہے آپ کو میری پسند پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" بختاور کے لب و لہجے کو دیکھ کر انہیں پہلی دفعہ زندگی میں افسوس ہوا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو ضرورت سے زیادہ آزادی رائے کا حق دے رکھا ہے۔

"مجھے کسی سے نہیں ملنا۔۔۔" انہوں نے ناراض لہجے میں صاف انکار کیا۔

"تو ٹھیک ہے آپ بابا سے کہیں، وہ اس سے ایک دفعہ مل لیں۔" بختاور اب باقاعدہ منتوں پر اتر آئی تھی۔ انہوں نے پریشان انداز سے اپنی بیٹی کے طور طریقے دیکھے، وہ دل ہی دل میں ٹھیک ٹھاک خوفزدہ ہو چکی تھیں۔

"آپ بابا سے تو بات کریں گی ناں۔۔۔" بختاور کو ان کی خاموشی دہلا رہی تھی، وہ اپنی جگہ پر متفکر تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ماں بیٹی دونوں ہی ایک دوسرے سے خائف ہو رہی ہوں۔

"میں تمہارے باپ سے بات کر کے دیکھ لیتی ہوں پھر وہ جانیں اور تم جانو۔۔۔" ان کی رضامندی پر بختاور کے چہرے پر پھیلنے والے مسرت کے رنگ بڑے فطری تھے، جبکہ اس کی والدہ کے چہرے پر ناپسندیدگی بکھر گئی۔ اگلے ہی دن اس کی بابا جان کے کمرے میں پیشی تھی، بختاور کو یقین تھا کہ وہ اپنا مقدمہ کامیابی سے جیت لے گی، لیکن آگے بھی بابا جان تھے جنہوں نے پہلی بال پر اسے کلین بولڈ کر دیا تھا۔

"کس خاندان سے تعلق ہے اس کا؟ اور باپ کا پروفیشن کیا ہے؟" بابا کے لہجے میں دبا دبا سا غصہ تھا۔

"آئی ڈونٹ نو بابا۔۔۔" اس کے خفت زدہ انداز پر بابا کی آنکھوں میں ناگواری در آئی۔

"ماشاء اللہ بہت ہی سمجھ دار واقع ہوئی ہیں میری دختر نیک اختر۔۔۔" وہ طنزیہ انداز سے گویا ہوئے۔ "نام حسب نسب کا علم نہیں اور چلی ہیں رشتے داریاں جوڑنے، تم سے مجھے اس قدر بے وقوفی کی توقع نہیں تھی بختاور۔" ان کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ابھری۔

"بابا آپ ایک دفعہ اس سے مل تو لیں۔۔۔" وہ نظریں جھکائے آہستگی سے گویا ہوئی۔

"تمہیں شاید علم نہیں، خاندانی لوگ، رشتے ناتے بڑے بزرگوں کے ساتھ بیٹھ کر طے کرتے ہیں، بچوں کے ساتھ نہیں۔" انہوں نے بیزار انداز سے اپنی بیٹی کی معلومات میں اضافہ کیا جو اضطراری انداز سے اپنی انگلیاں چٹخا رہی تھی، کچھ بھی تھا بابا جان سے ان سب بہن بھائیوں کی جان جاتی تھی۔

"کوالیفکیشن کیا ہے اس کی۔۔۔؟" انہوں نے ہلکے سے توقف کے بعد سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"کمپیوٹر سائنسز میں ماسٹرز کر رکھا ہے، فائنل ایر کا اسٹوڈنٹ ہے۔" بختاور بمشکل اپنا حلق تر کرتے ہوئے بولی۔

"ہونہہ۔۔۔ اسٹوڈنٹ۔۔۔" انہوں نے حقارت بھرے انداز میں ہنکارا بھرا۔ بختاور کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے، اسے پہلی دفعہ اندازہ ہوا کہ ہاشم رضا کی جن خوبیوں کو اس نے سنہرے حروف سے اپنی ڈائری میں تحریر کر رکھا تھا، انہیں یہاں دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ اس کے والدین کے پرکھنے کے معیار بالکل مختلف تھے۔ پچیس منٹ کے بعد جب وہ بابا کے کمرے سے نکلی، احساس توہین سے اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"کیا وہ واقعی اتنا اچھا ہے، جس کی خاطر آپ بابا کے سامنے جا کھڑی ہوئیں۔" اس کی چھوٹی بہن اسے لان میں اکیلے بیٹھ کر روتے۔۔۔ دیکھ کر وہاں پہنچ گئی اور اب عجیب سی نگاہوں سے اپنی بڑی بہن کو دیکھ رہی تھی۔

"پتا نہیں، لیکن میں جب اس کی طرف دیکھتی ہوں تو مجھے دنیا بہت اچھی لگتی ہے۔۔۔" بختاور اپنے دل کے معاملے میں بے بس تھی۔

"لیکن بابا کبھی نہیں مانیں گے۔۔۔" اس کی چھوٹی بہن زیادہ حقیقت پسند تھی۔

"وہ جب ہاشم رضا سے ملیں گے تو مان جائیں گے۔" بختاور کو پتا نہیں کیوں یہ خوش فہمی لاحق تھی کہ ہاشم جیسے شخص کو کوئی ناپسند کر ہی نہیں سکتا۔ ایک ایسا شخص جو انسانیت سے پیار کرتا ہو، اسے بھلا لوگ کیسے مسترد کر سکتے تھے۔

"وہ جو غریب، بیمار اور دکھی لوگوں کی مسیحائی کے لیے اپنی زندگی وقف کر چکا تھا، ایسے لوگ بھلا زندگی میں کہاں ملتے ہیں۔" وہ دل ہی دل میں ہاشم رضا کی شخصیت کے ان سارے نمایاں پہلوؤں کو دہرا رہی تھی، جس کی وجہ سے وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوئی تھی اب وہ ساری خوبیاں کسی اور کو تو بے تکلفی سے نہیں بتا سکتی تھی، لیکن اپنے سے پانچ سال چھوٹی ثریا سے اس کی کافی دوستی تھی، جو اس وقت کالج کی اسٹوڈنٹ تھی۔

"یہ تو کوئی بہت ہی خوابوں اور خیالوں میں رہنے والا لڑکا لگ رہا ہے۔" ثریا نے اپنے جملے سے "بے وقوف" کا لفظ حذف کر دیا تھا کیونکہ اس سے بختاور کی دل آزاری ہو سکتی تھی۔

"پورا کیمپس اس کی اچھائی کی تعریف کرتا ہے۔" بختاور نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے عوام الناس کی رائے کو بھی اس میں شامل کیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے باجی، لیکن زندگی ان چیزوں کے سہارے تو نہیں گزرتی۔" ثریا اس سے کہیں زیادہ سمجھ دار اور پریکٹیکل تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔۔" اسے اپنی چھوٹی بہن کا تبصرہ پسند نہیں آیا تھا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ زمینی حقائق ان سے بہت مختلف ہوتے ہیں، وہ بحیثیت انسان تو بہت عمدہ ہو گا لیکن پریکٹیکل لائف میں ساری زندگی سوشل ورک تو نہیں کر سکتا، اس کے لیے بہت سارا پیسہ اور ویل سیٹلڈ گھر، جاب یا بزنس ہونا چاہیے۔" ثریا نے صاف گوئی سے کہا۔

"ہاں تو وہ کہیں نہ کہیں جاب تو کرے گا ہی، اب اتنا بھی بے وقوف نہیں۔" بختاور نے "فوراً" ہی اس کی طرف داری کی۔

"آپ کچھ بھی کہیں، انہیں سیٹ ہونے کے لیے پانچ چھ سال کا عرصہ تو درکار ہے اور بابا آپ کو کبھی بھی اتنے عرصے کے لیے گھر نہیں بٹھائیں گے۔" ثریا کی بات پر اسے دھچکا سا لگا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ غلط نہیں کہہ رہی۔

* * *

شانزے کی فلم کا پورا یونٹ کئی دن سے ناردرن ایریاز میں شوٹنگ کر رہا تھا اور شانزے اس فلم کے ایک ایک سین کے لیے گھنٹوں پریکٹس کرتی اور بار بار آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر ریہرسل کرتی۔ اس فلم کا ڈائریکٹر اور پروڈیوسر دونوں ہی اس کی کارکردگی سے

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

مطمئن تھے۔

ناران کاغان سے ہو کر وہ لوگ مانسہو سے چند کلو میٹر آگے شنکیاری پہنچے۔ وہاں وادی سرن میں بنی ایک چھوٹی سی خوب صورت جھیل میں فلم کے چند سین کی شوٹنگ ہوئی تھی اور اسی دن سرمد نے بھی انہیں جوائن کرلیا۔

"ہاں بھئی چھوٹی! کیا سین چل رہا ہے۔۔۔؟" سرمد کو اچانک وہاں دیکھ کر وہ خوشگوار حیرت کا شکار ہوئی۔

"ارے سرمد بھائی آپ۔۔۔" شانزے کو حقیقتاً خوشی ہو رہی تھی۔ اس وقت وہ لوگ سورج کے غروب ہونے کا انتظار کر رہے تھے جس میں ابھی کئی گھنٹے باقی تھے۔ اس لیے سبھی لوگ اپنے اپنے طریقے سے تفریح کرنے میں مصروف تھے۔ شانزے اور سرمد دونوں ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چلتے ہوئے اس طرف نکل آئے جہاں پانی کا بہاؤ خاصا تیز تھا۔

"کیسی جاب چل رہی ہے آپ کی۔۔۔" شانزے کو علم تھا کہ وہ جرنلسٹ تھا، ابھی بھی وہ اپنے کسی کام سے ہی یہاں آیا ہوگا۔

"بس سو سو۔۔۔" سرمد نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔ "پانی میں چلیں۔۔۔؟" وہ دونوں بڑے بڑے پتھروں کو پھلانگتے ہوئے پانی میں آگئے تھے۔ ٹھنڈا یخ پانی گرمیوں کے موسم میں خاصی طمانیت کا باعث بن رہا تھا۔ انہی کی دیکھا دیکھی کچھ اور لوگ بھی وہاں آگئے تھے۔

"میں نے تمہارے چند شارٹس دیکھے ہیں، بہت عمدہ کام کیا ہے تم نے۔۔۔" سرمد کی تعریف پر اس کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا۔

"کیا واقعی۔۔۔؟" اسے یقین نہیں آیا تھا۔

"ہاں احمد بھی بہت تعریف کر رہا تھا تمہاری۔۔۔" سرمد نے فلم کے ڈائریکٹر کا نام لے کر اسے بتایا۔

"ہاں، وہ بہت کو آپریٹ کرتے ہیں مجھ سے۔" شانزے بھی اپنی ساری ٹیم سے خوش تھی۔

"لیکن شہریار سے ذرا محتاط ہی رہنا۔۔۔" سرمد نے اس کی فلم کے ہیرو کا نام لے کر وہ بات کہہ ہی دی جس کے لیے وہ اتنا لمبا سفر کر کے ایبٹ آباد سے یہاں پہنچا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" شانزے نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں، وہ خاصا آؤٹ اسپوکن اور فلرٹ ٹائپ لڑکا ہے، آج کل ٹوئیٹر پر بڑے عجیب و غریب قسم کے اسٹیٹس دے رہا ہے۔" سرمد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح سے کھل کر بتائے کہ وہ کیمرہ کے پیچھے اپنی ٹیم کے جو فوٹو شیئر کر رہا تھا اس میں سب سے زیادہ تصویریں شانزے کی تھیں۔ جس میں دونوں کی بے تکلفی نمایاں طور پر نظر آ رہی تھی۔

"آپ کو کسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔۔؟" شانزے پریشان ہوئی۔

"تمہاری جب تک مووی ریلیز نہیں ہوتی، تم تھوڑا کیئر فل رہو، کیونکہ تمہارے کیریئر کا یہ آغاز ہے جبکہ وہ پھر بھی اپنا کچھ نہ کچھ نام بنا چکا ہے۔" سرمد نے کھل کر اس سے بات کرنے کی ٹھان لی۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا سرمد بھائی۔۔۔" شانزے نے کھل کر اپنی کم عقلی کا اعتراف کیا تو سرمد نے فوراً ہی اپنے سیل فون پر اس کی فلم کے ہیرو شہریار کا ٹوئیٹر کا اکاؤنٹ کھول کر دکھا دیا۔ شانزے ہکا بکا رہ گئی۔

"یہ تو بون فائر پارٹی کی تصویریں ہیں، جو شوگراں میں احمد صاحب نے ہم سب کو دی تھی۔" شانزے نے گھبرا کر وضاحت دی۔ اس رات خوب موج مستی کے دوران سب نے ڈھیروں تصاویر بنائی تھیں، لیکن شانزے کو اندازہ نہیں تھا کہ شہریار اپنی اور شانزے کی تصویریں اٹھا کر اس طرح سے اپنے ٹوئیٹر پر شیئر کر دے گا۔

"یہ سب پکچرز، مختلف شوبز کے پیجز اور نیوز پیپرز میں دھڑا دھڑ پبلش ہو رہی ہیں۔" سرمد نے اسے معاملے کی سنگینی سے آگاہ کیا۔

"میں ابھی احمد صاحب سے بات کرتی ہوں۔۔۔" شانزے کو غصہ آگیا۔

"میں ان سے پہلے ہی بات کر چکا ہوں۔۔۔" سرمد کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

"میری بات غور سے سنو شانزے! تمہاری جب تک کوئی چیز آن ایئر نہیں آجاتی، اپنا امیج میڈیا میں خراب مت کرو، ایسا نہ ہو تمہارا کیریئر شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے۔"

"لیکن سرمد بھائی! سب لوگ انجوائے کر رہے تھے تو۔۔۔" اس نے جھجک کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑا۔

"تم خود کو سب لوگوں کے ساتھ شامل کیوں کرتی ہو شانزے۔۔۔؟" وہ ہلکا سا جھنجلایا۔

"بے وقوف لڑکی! یہ شوبز ہے اور یہاں رائی سے پہاڑ بننے میں صرف ایک لمحہ لگتا ہے، میری خواہش ہے کہ تم سب کو ایک فاصلے پر رکھو، ورنہ شوبز میں روزانہ کتنی لڑکیاں آتی ہیں اور گمنامی کی موت مر جاتی ہیں۔"

سرمد کی بات پر اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا لاپروائی سے اٹھایا گیا ایک قدم اسے پہلی سیڑھی پر ہی خوار کر دے گا۔ وہ دل ہی دل میں شہریار کو ہزاروں گالیاں دے چکی تھی۔

* * *

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو مونا۔۔۔؟" عدینہ کو ایک دم ہی دھچکا سا لگا اور ساتھ ہی اس کے چہرے کے زاویے بری طرح بگڑ گئے۔

"تمہاری اس فضول بات کا مطلب کیا ہے۔۔۔؟" وہ اپنا غصہ کسی طور نہیں چھپا سکتی تھی۔

"لیں میں نے خود سے تھوڑی کہا ہے۔" عدینہ کو غصے میں دیکھ کر اس نے نرم انداز اپنایا۔ "میں نے تو آپا صالحہ اور بے بے کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے سنا تھا۔"

"میں جا کر پوچھتی ہوں ان سے۔۔۔" وہ مشتعل انداز سے کھڑی ہوئی۔

"پلیز عدینہ باجی۔۔۔" مونا نے گھبرا کر اس کا بازو پکڑا۔ "آپا صالحہ میری جان نکال دیں گی کہ میں نے کیوں بتایا۔" اس کے لہجے میں اس قدر بے بسی تھی، کہ وہ چپ چاپ چپ کر کے بیٹھ گئی۔

"کیا کہہ رہی تھیں وہ۔۔۔؟" عدینہ نے سپاٹ انداز میں مونا کا فکر مند چہرہ دیکھا۔ جو دل ہی دل میں سخت پچھتا رہی تھی کہ اس نے آخر یہ بات عدینہ سے شیئر ہی کیوں کی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس طرح بھڑک اٹھے گی۔

"کچھ نہیں، بس اتنا ہی سنا تھا کہ آپ کی نانو کی جاننے والی ایک فیملی ہے جو آپ کے پرپوزل کے سلسلے میں اگلے ہفتے ادھر آ رہی ہے۔" مونا نے اس دفعہ محتاط انداز اپنایا، اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی عدینہ کا چہرہ ضبط کی کوشش میں سرخ ہوا۔

"ان کا بیٹا الیکٹریکل انجینئر ہے اور سعودیہ کی کمپنی میں جاب کرتا ہے۔" مونا نے اس کی معلومات میں مزید اضافہ کیا، وہ خاموش رہی۔

"پلیز آپ ان سے کچھ مت کہیے گا، وہ ایک دو دن میں خود آپ سے بات کریں گی، میں نے تو اس لیے بتا دیا تاکہ آپ ذہنی طور پر تیار رہیں۔" مونا نے اصل بات بتاتے ہوئے اسے لگے ہاتھوں اپنی صفائی بھی دے دی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے آپا کا۔۔۔" عدینہ زہر خند لہجے میں بولی تو مونا نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اس وقت آپا کے حق میں بولنا گویا جلتی پر تیل چھڑکنے کے مترادف تھا۔ اسی لیے وہ کان لپیٹ کر بیٹھی رہی۔

"پھر مجھے کہا جاتا ہے کہ یہ بدتمیزی کرتی ہے، بتا دینا اپنی آپا کو، اگر میری شادی کا کسی نے نام بھی لیا تو میں چھت سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لوں گی۔" عدینہ کے لہجے میں اعلانیہ بغاوت تھی۔

"کیا ہو گیا ہے عدینہ باجی! ابھی نہ کبھی تو شادی کرنی ہی ہے ناں۔۔۔" مونا نے منہ بنایا۔

"میں اپنی زندگی کی کتاب سے اس نام کی ساری چیزیں نکال چکی ہوں۔" اس نے ناراض لہجے میں اطلاع دی۔

"آپ کے ایسا کرنے سے حقیقت بدل تو نہیں

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

جائے گی۔۔۔" مونا الجھی ہوئی نگاہوں سے عدینہ کو دیکھ رہی تھی۔

"لیکن میں اپنا ذہن بنا چکی ہوں، عبداللہ کے علاوہ میری زندگی میں کسی اور مرد کی گنجائش نہیں نکلتی۔" عدینہ کا یہ جملہ آپا صالحہ نے اپنے ہوش و حواس میں سنا تھا اور ان کا پارہ ایک دم ہی ہائی ہوا۔ وہ اس کے کمرے کے سامنے سے گزر رہی تھیں۔

"ہزار دفعہ سمجھایا ہے، تمہارا اس کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں تھا، تمہیں شرم نہیں آتی کسی نامحرم کے بارے میں ایسی بات کرتے ہوئے۔" آپا ایک دم ہی کمرے میں آئی تھیں۔ مونا ٹھٹکی سی گئی جبکہ عدینہ کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

"جن کے ساتھ دل کا تعلق ہو، وہ ہمارے لیے نامحرم نہیں ہوتے۔" عدینہ نے اکتاہٹ بھرے لہجے میں آپا صالحہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"زبان سنبھال کر بات کرو عدینہ! اللہ جہنم میں ڈال دے گا تمہیں۔" آپا صالحہ نے سخت لہجے میں اسے ڈرانے کی کوشش کی۔

"ابھی بھی تو دنیا کے دوزخ میں ہی جل رہی ہوں۔" عدینہ نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے باکی سے کہا۔ آپا کے تن بدن میں تو گویا آگ ہی لگ گئی۔

"تم جتنی بھی بکواس کرو، میں سوچ چکی ہوں، جلد ہی تمہاری شادی کر دوں گی۔" آپا صالحہ نے اسے اپنے ارادوں سے باخبر کیا۔

"تو ٹھیک ہے پھر، میری ڈیڈ باڈی سے ہی نکاح پڑھوائیے گا کسی کا۔۔۔" عدینہ انتہائی بدتمیزی سے کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔ آپا صالحہ کا چہرہ اشتعال سے سرخ ہوا۔ عدینہ اب انہیں دوبدو جواب دینے لگی تھی۔

"تم اس بے وقوف کو سمجھاتی کیوں نہیں ہو مونا۔" انہوں نے اپنا باقی غصہ سامنے خاموش کھڑی مونا پر اتارا۔ مونا انہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ بے وقوف بہت عرصے سے سمجھنے اور سمجھانے کے مرحلوں سے نکل چکی ہے۔

* * *

آپا صالحہ اور عدینہ کے تعلقات ایک دفعہ پھر خراب ہو چکے تھے۔ رات تک آپا صالحہ کا بی پی ہائی ہو چکا تھا اور رات کا وہ نہ جانے کون سا پہر تھا جب مونا نے اسے جنجھوڑ کر آپا صالحہ کی خرابی طبیعت کا بتایا، ایک دفعہ تو عدینہ کے پیروں کے نیچے سے بھی زمین نکل گئی تھی۔

"عدینہ پتر، اپنے چاچے بخشا کو فون کر، اپنی سوزوکی لے کر آجائے، صالحہ کو بڑے ہسپتال لے چلتے ہیں۔" بے بے نے ان کی بگڑتی حالت کے پیش نظر فوراً ہی فیصلہ کیا۔ ٹھیک اگلے گھنٹے میں وہ لوگ بخش الدین کی سوزوکی میں آپا صالحہ کو لے کر پنڈی جا رہے تھے۔ آپا صالحہ کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔ باقی ساری رات انہوں نے پی ایم ایچ میں گزاری تھی۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپا کی۔۔۔؟" مونا اس کے پاس آن کھڑی ہوئی، جو افسردہ سے انداز سے کوریڈور میں کھڑی تھی۔

"بی پی ابھی تک کنٹرول میں نہیں آرہا۔۔۔" عدینہ بہت پریشان تھی۔

"اب کیا ہو گا عدینہ باجی۔۔۔" مونا کے لہجے میں کوئی ان کہا سا خوف چھپا ہوا تھا۔

"دعا کرو، ان کی طبیعت سنبھل جائے۔۔۔" عدینہ نے ہلکا سا جھجک کر کہا تو مونا سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"آپا بھی تو ہر بات کو اپنے ذہن پر سوار کر لیتی ہیں۔" دونوں چلتے چلتے کوریڈور کے اینڈ پر بنی کھڑکی کے پاس آن کھڑی ہوئیں۔ اس وقت دونوں اسپتال کے فرسٹ فلور پر تھیں۔ عدینہ نے جھانک کر نیچے دیکھا، سامنے پارکنگ میں بے شمار گاڑیاں کھڑی تھیں۔ صبح کے آٹھ بج رہے تھے اور ہاسپٹل میں اچھی خاصی چہل پہل شروع ہو چکی تھی۔

"کتنی دیر اور رہنا پڑے گا یہاں۔۔۔" مونا کو اسپتال میں بہت گھبراہٹ ہوتی تھی۔

"جب تک آپا کی طبیعت نہیں سنبھل جاتی۔۔۔" عدینہ نے افسردگی سے جواب دیا اور حقیقت بھی یہی تھی۔ ان کے گاؤں میں کوئی اچھا ڈاکٹر موجود نہیں تھا اور اگر ان کی طبیعت دوبارہ خراب ہوتی تو پھر ایک نیا مسئلہ بن جاتا۔ اس لیے عدینہ اور بے بے، ان کی ناسازیٔ طبیعت تک یہیں رہنا چاہتی تھیں اور مونا کی مجبوری تھی کہ اسے بھی ان کے ساتھ ہی رہنا تھا۔

* * *

بختاور جب سے گھر سے ہوسٹل واپس آئی تھی کافی الجھی الجھی سی تھی۔ بیٹھے بیٹھے کہیں گم ہو جاتی اور مطالعے کا شوق بھی تقریباً ختم ہو کر رہ گیا تھا۔ اب تو اس نے لائبریری سے کتابیں ایشو کروانا بھی ختم کر دی تھیں۔ دو تین کتابیں وہ اپنے گھر سے لائی تھی اور انہیں بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا، وہ جوں کی توں اس کی میز پر رکھی ہوئی تھیں۔ دو دن سے تو وہ کیمپس بھی نہیں گئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں ہاشم سے خوف زدہ تھی کہ اسے کیا جواب دے گی۔ اس دن نیلم ڈیپارٹمنٹ سے آئی تو اس کا موڈ خاصا برہم تھا۔

"دیکھو بختاور! اس طرح چھپ کر بیٹھنے سے کام نہیں چلے گا۔" نیلم نے اپنا سفید لیب کوٹ الماری میں ٹانگتے ہوئے سنجیدگی سے اس کا بجھا بجھا سا چہرہ دیکھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے اداس بلبل بنی بیٹھی تھی۔

"کیوں کیا ہوا۔۔۔؟" اس نے انجان بن کر پوچھا۔

"کیوں تمہیں نہیں پتا، کیا ہوا ہو گا۔۔۔" نیلم نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے طنزیہ انداز میں اسی سے پوچھا۔

"ہاشم نے کچھ کہا ہے کیا۔۔۔؟" وہ نظریں چرا کر بولی۔

"اس نے تو کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ کے چکر لگا لگا کر سارا فرش ہی گھس دیا ہے، اب تو آدھی فیکلٹی کے لوگ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ میرا اس کے ساتھ کوئی چکر چل رہا ہے۔" نیلم نے منہ بنا کر اپنی پریشانی بتائی۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ۔۔۔؟" بختاور نے ہلکا سا سنبھل کر پوچھا۔

"یہی کہ تم کب واپس آؤ گی اپنے گھر سے، اور تمہارے گھر کا پی ٹی سی ایل نمبر بھی مانگ رہا تھا۔"

"تم نے دے تو نہیں دیا۔۔۔" بختاور گھبرا سی گئی۔

"اتنا پاگل سمجھ رکھا ہے کیا۔۔۔؟" نیلم برا مان گئی تھی۔ "ویسے تم ایک دفعہ اس سے مل کیوں نہیں لیتی ہو؟"

"ہاں صبح جاؤں گی کیمپس۔۔۔" بختاور اٹھ کر الماری سے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔ نیلم نے غور سے اس کا افسردہ اور ڈھیلا ڈھالا سا انداز دیکھا۔

"بختاور! تم نے کیوں اس بات کو اپنے ذہن پر سوار کر رکھا ہے۔" نیلم سارے معاملے سے باخبر تھی، لیکن اس سے بختاور کی پریشانی بھی نہیں دیکھی جا رہی تھی۔ اسے رہ رہ کر بختاور کے والد پر غصہ آرہا تھا۔

"پتا نہیں کیوں، مجھے لگتا ہے ہاشم سونے کا بھی بن کر آجائے تب بھی بابا اس سے میری شادی نہیں کریں گے۔" بختاور الماری سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"اتنی بھی بدگمانی اچھی نہیں ہوتی۔ ان کو وقتی غصہ ہے اتر جائے گا۔" نیلم نے اسے دلاسا دیا۔

"وہ اپنی ضد کے بہت پکے ہیں، تم نہیں جانتی ہو انہیں۔۔۔" بختاور کے لہجے میں ہزاروں اندیشے اور خوف نہاں تھے۔

"تم ہاشم سے کہو ناں، اپنے والدین کو بھیجے۔۔۔" نیلم نے اسے مفت مشورہ دیا۔

"ظاہر ہے اس کے علاوہ تو مسئلہ حل بھی نہیں ہو گا۔" بختاور نے استری کا بٹن آن کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ویسے کیسی فیملی ہے اس کی۔۔۔" نیلم کے تجسس بھرے انداز پر وہ زبردستی مسکرائی۔ "تم شاید یقین نہ کرو نیلم! لیکن بائی گاڈ میں نے کبھی اس سے اس کی فیملی، ان کا معاشی اسٹیٹس اور بہن بھائیوں کی تعداد یا جاب وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔"

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"لیکن یار تمہیں کچھ تو پوچھنا چاہیے تھا۔" نیلم کو اس کی بے وقوفی پر غصہ آیا۔

"سچ پوچھو تو جب وہ سامنے آتا ہے، مجھے باقی ساری دنیا بے معنی سی لگنے لگتی ہے، اس لیے میں نے کبھی دلچسپی ہی نہیں لی۔ ویسے بھی میں نے زندگی اس کے ساتھ گزارنی ہے، اس کے خاندان کے ساتھ تو نہیں۔" بختاور نے اپنے دل کی بات بتائی۔

"معاف کرنا بختاور! تم کسی یورپین کنٹری میں نہیں رہ رہی ہو۔" نیلم نے فوراً" ہی اسے ٹوکا۔ "جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں یہاں مشرقی عورت کا اپنے میاں سے واسطہ کم اور اس کے خاندان والوں سے زیادہ پڑتا ہے، ساری زندگی وہ ساس، نندوں کے چکر سے ہی نہیں نکلتی۔"

"ہاشم اپنی پرائیویسی کے معاملے میں بہت کانشس ہے۔" بختاور نے اس کی صفائی دینے کی کوشش کی۔

"سارے مرد شادی سے پہلے تک ہی ان معاملات میں کانشس ہوتے ہیں، بعد میں تو انہیں اپنی ماں بہنوں کو خوش کرنے کی پڑ جاتی ہے۔" نیلم کی صاف گوئی بہت دل دکھانے والی تھی۔

"تم آخر کہنا کیا چاہتی ہو، کھل کر کہو۔" بختاور نے ناراض نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"بہرحال تم کل اس سے بے تکلفی سے بات کرنا، وہ کب اپنے پیرنٹس کو بھیجے گا اور تمہیں کہاں رکھے گا۔" نیلم نے اسے سمجھایا۔ "کیونکہ ایسے معاملات میں شرم و حیا بعض دفعہ بہت سے معاملات کو بگاڑ دیتی ہے۔"

نیلم کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور تیزی سے اپنے کپڑے استری کرنے لگی۔ جب کہ ذہن میں نیلم کی باتوں نے ایک ادھم سا مچا رکھا تھا۔

* * *

"تم واقعی کل جا رہے ہو۔۔۔؟" اوریدا آج کافی دن کے بعد ارصم کے پورشن کی طرف آئی تھی۔ آنٹی بینش کسی میڈیکل کانفرنس کے سلسلے میں لاہور گئی ہوئی تھیں۔ اس لیے رلوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔

"ہوں۔۔۔" ارصم سنجیدہ سے انداز میں اپنی پیکنگ کرنے میں مصروف تھا اور چہرے پر ہنوز سنجیدگی طاری تھی۔ وہ ابھی ابھی اوریدا کے پورشن سے واپس آیا تھا۔ آج پھر سرمد بچ پر موجود تھا۔ جسے دیکھتے ہی ارصم کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"اب کیا ویک اینڈ پر واپس آؤ گے؟" اوریدا نے الجھ کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ کچھ تناؤ کا شکار لگ رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا تھا۔

"تم کل سے اتنے سنجیدہ کیوں ہو ارصم۔۔۔؟" اوریدا کو پریشانی لاحق ہوئی۔

"نہیں تو۔۔۔" وہ صاف مکر گیا۔

"پھر اتنے چپ چپ سے کیوں ہو؟" اوریدا کو اب باقاعدہ ٹینشن شروع ہو گئی تھی۔

"بھئی۔۔۔ وہم ہے تمہارا۔۔۔" ارصم نے اپنی شرٹ کو تہہ کرتے ہوئے لاپروائی سے کہا اور جلدی جلدی اپنی پیکنگ مکمل کرنے لگا۔ اوریدا جانچتی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اس کی چھٹی حس اسے کچھ ہو جانے کا اشارہ دے رہی تھی۔

"یہ سرمد بھائی کے ساتھ پرابلم کیا ہے؟" ارصم کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" اوریدا الجھ گئی۔

"انہوں نے اچانک ہی زیادہ آنا جانا نہیں شروع کر دیا تمہاری طرف۔۔۔" ارصم نے اس سے کھل کر بات کرنے کی ٹھان لی۔

"ان کے نانا، نانی کا گھر ہے اور آپ کو ان کے آنے سے کیا پرابلم ہے۔" اوریدا نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"خوامخواہ آکر تمہارے سر پر سوار ہو جاتے ہیں اور تمہارا ٹائم ضائع کرتے ہیں۔" ارصم نے اپنی بکس بڑے ناراض سے انداز سے اپنے بیگ میں پھینکی تھیں۔ اس دفعہ اوریدا نے کچھ زیادہ ہی اسے غور سے دیکھا۔

"تمہیں ان کا آنا برا لگتا ہے کیا؟" اوریدا تھوڑا سا محتاط ہوئی۔

"ان کا آنا برا نہیں لگتا، لیکن تمہارے سر پر سوار ہونا اچھا نہیں لگتا۔" ارصم اس دفعہ ہلکا سا چڑ کر بولا۔ اوریدا کھلکھلا کر ہنسی اور ہنستی ہی چلی گئی۔

"پاگل تو نہیں ہو گئے ہو۔" اس کا مذاق اڑانا ارصم کو اچھا نہیں لگا تھا۔ "تمہیں زرش کا مجھ سے بے تکلف ہونا کیوں برا لگتا ہے؟" وہ ایک دم چپ کر گئی۔

"اس لیے کہ تم میرے بیسٹ فرینڈ ہو اور جب مجھے اگنور کر کے اس کو توجہ دیتے ہو تو مجھے اچھا نہیں لگتا۔" اس نے کھل کر بتایا۔

"تو سمجھ لو مجھے بھی سرمد بھائی اسی لیے اچھے نہیں لگتے۔" اس کی ناراضگی پہلی دفعہ اوریدا کو لطف دے رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ارصم بھی اس کے حوالے سے عدم تحفظ کا شکار ہو سکتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں اس کے اس رویے سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"وہ بے چارے تو بہت اچھے ہیں، اتنا تو خیال رکھتے ہیں میرا۔" اوریدا نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"تو زرش بھی بہت اچھی لڑکی ہے۔ اکثر میری اسائنمنٹس بنا دیتی ہے۔" ارصم نے غصے سے اپنے بیگ کی زپ بند کر کے متحمل انداز سے جوابی کارروائی کی، لیکن آج تو اوریدا کو اس کی کوئی بھی بات بری نہیں لگ رہی تھی۔

"یہ تو اور اچھی بات ہے، چلو تمہاری ہیلپ ہو جاتی ہے۔" وہ اب بڑے مزے سے ارصم کے کمرے کی گلاس وال کے پاس آن کھڑی ہوئی، باہر موسم کافی زبردست تھا۔ وہ درختوں کی شاخوں کے جھومنے سے اندازہ لگا چکی تھی کہ باہر ہوا چل رہی ہے۔

"میں اس سے کہتا ہوں وہ بھی اپنا مائیگریشن میرے کالج میں کروا لے۔" ارصم کی اس بات پر اوریدا کی جان اٹکی۔

"خبردار۔۔۔ تم نے ایسی کوئی بدتمیزی کی۔" اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی تو ارصم کے لبوں پر ایک مبہم سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"اب سرمد بھائی تمہارے دائیں بائیں نظر آئے تو اچھا نہیں ہو گا۔" وہ وارڈروب کھولتے ہوئے بڑے عام سے لہجے میں بولا تھا۔ اوریدا کو اس کی جیلسی اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اگلے کئی گھنٹے بس ایسی ہی گفتگو کرتا چلا جائے۔

"اب میں ان کو تو کچھ نہیں کہہ سکتی نا۔" اوریدا نے اس دفعہ سنجیدگی سے اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کی کوشش کی، کیونکہ اسے خود بھی سرمد بھائی کی بولتی آنکھوں سے کافی الجھن ہوتی تھی اور کئی دفعہ تو وہ ان کے سامنے بھی بے زاری کا اظہار کر چکی تھی، لیکن اس معاملے میں سرمد نے بھی ڈھٹائی کے ریکارڈ توڑ دیے تھے۔

"تم وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں تو جا سکتی ہو نا؟ یا یہ بھی نہیں کر سکتیں؟" وہ اپنے دونوں بازو سینے پر باندھ کر اس کے بالکل سامنے آن کھڑا ہوا۔ اوریدا کو پہلی دفعہ اس کے لہجے میں موجود سنجیدگی اور آنکھوں سے صاف پڑھی جانے والی برہمی کا احساس ہوا۔

"ہاں یہ میں کر سکتی ہوں۔" اوریدا نے ہار مان لی۔

"چلو پھر اس خوشی میں اچھی سی کافی بنا کر پیتے ہیں۔" وہ اب مطمئن ہو چکا تھا۔ اوریدا اس کے ساتھ کچن میں چلی آئی جہاں پہلے سے آغا جی موجود تھے۔ وہ ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائے۔

"ارے اوریدا آئی ہوئی ہے؟ آج سورج کہاں سے نکلا ہے بھئی۔" آغا جی نے اسے چھیڑا۔ انہیں معلوم تھا کہ کافی عرصے سے اوریدا نے ادھر کا رخ کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اوریدا مسکراتے ہوئے کچن کے شیلف پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ ارصم کافی کے لیے پانی گرم کرنے لگا۔

"ماما جو یہاں نہیں ہیں۔" ارصم نے کھل کر اس کا مذاق اڑایا۔ وہ آغا جی کے سامنے خفت کا شکار ہوئی۔ جو بڑے غور سے اوریدا کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا آغا جی۔۔۔ اتنے غور سے کیوں دیکھ رہے ہیں اوریدا کو؟ یہ اصلی والی ہے، نقلی نہیں۔" ارصم

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے آغا جی پر چوٹ کی جو فریج کا دروازہ کھول کر بند کرنا بھول کر اوریدا کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔

"کچھ نہیں۔" انہوں نے سنبھل کر فریج کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "اوریدا کو شیلف پر بیٹھے دیکھ کر ماضی کی ایک بات یاد آ گئی تھی۔"

اوریدا اچھل کر نیچے اتری اور تجسس بھرے انداز سے آغا جی کے بالکل سامنے آن کھڑی ہوئی' وہ پھیکے سے انداز سے مسکرائے۔

"تمہاری ماں بھی ایسے ہی شیلف پر بیٹھا کرتی تھی اور اکثر اس بات پر ڈانٹ بھی کھاتی تھی۔" انہوں نے بوتل سے پانی گلاس میں انڈیلتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔ اوریدا کی سانس اٹک گئی۔

"میری ماما' کیا آپ کے گھر میں بھی آیا کرتی تھیں۔" اوریدا کے لہجے میں چھپی حیرانی سے آغا جی کو اندازہ ہوا کہ وہ اپنی ماں کے ماضی سے بالکل بے خبر ہے۔ انہوں نے اطمینان سے پانی پی کر گلاس میز پر رکھا۔

"آیا کرتی سے تمہاری کیا مراد ہے؟" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔ "وہ اسی گھر میں تو رہا کرتی تھی۔" آغا جی کی بات پر اوریدا کو شاک سا لگا وہ ہکا بکا انداز سے آغا جی کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ کچن سے جا چکے تھے۔ جب کہ ارصم کافی بنا کر حیرانگی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا جو بے یقینی کے عالم میں کھڑی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سانس لینا بھول گئی ہو۔

"گھر والی کافی کو چھوڑو' کسی اور اچھی سی جگہ سے پی کر آتے ہیں۔" ارصم نے اچانک ہی پروگرام بنالیا۔ اوریدا نے بھی کوئی بحث نہیں کی اور خاموشی سے اس کے ساتھ چل دی۔ ویسے بھی وہ اس وقت اپنے حواسوں میں کہاں تھی۔

☆ ☆ ☆

"بے انتہا حسین لگ رہی ہو تم۔" رباب نے شانزے کی تصویروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کھلے دل سے سراہا' وہ رات ہی شوٹ سے واپس آئی تھی اور اب کافی تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

"یہ سب نادرن ایریاز کی تصویریں ہیں۔" شانزے نے سستی سے جماہی لیتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارا اور شہریار کا کپل بہت زبردست لگ رہا ہے۔" رباب کے منہ سے خلاف توقع یہ بات سن کر وہ مسکرائی۔

"دعا کرو' یہ مووی ہٹ ہو جائے' مجھے اس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔" شانزے نے انگڑائی لے کر اپنے بالوں کو سمیٹا اور کیچر لگایا۔

"کتنا کام رہ گیا ہے اس کا۔" رباب نے اس کی شوٹنگ کی تصویروں سے نظریں ہٹا کر شانزے کی طرف دیکھا جو آج کل خاصی مطمئن لگ رہی تھی' جس کی وجہ سے اس کے چہرے کی تازگی اور دلکشی میں کئی گناہ اضافہ ہو گیا تھا۔

"بس تھرٹی پرسنٹ کام رہ گیا ہے اور سیونٹی پرسنٹ کے قریب مکمل ہو چکا ہے۔" شانزے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم عنقریب سیلیبرٹی بننے جا رہی ہو۔" رباب نے اسے چھیڑا۔

"ان شاء اللہ۔" شانزے بے وجہ ہنسی' اندر کی خوشی کا عکس اس کے چہرے سے بے ساختہ چھلک رہا تھا۔ رباب نے دل ہی دل میں اس کے لیے نظر بد سے بچنے کی دعا کی۔

شانزے نے اگلے کئی دن خاصے مصروف گزارے تھے۔ سعد نے اسے ڈی ایچ اے میں فلیٹ لینے کا مشورہ دیا تھا۔ اسی سلسلے میں وہ بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔

سعد اس کا خوب ساتھ دے رہا تھا۔ فلیٹ کا ایک سال کا کرایہ دیا جا چکا تھا اور وہ اب اس کی سیٹنگ کے لیے شاپنگ کرنے میں مصروف تھی' اسی سلسلے میں دونوں صفا گولڈ مال آئے ہوئے تھے۔

"ارے اوریدا تم۔" کافی شاپ سے اوریدا اور ارصم کو اکٹھے نکلتا دیکھ کر سعد ٹپٹا سا گیا۔

"کیسے ہیں سعد بھائی آپ۔" ارصم نے اس کے ساتھ کھڑی لڑکی کو پہچاننے کی کوشش کی' جبکہ اس لڑکی

کی حیران نگاہیں اوریدا پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں' ان سے ملو' یہ شانزے ہیں۔" سعد نے بوکھلا کر اس کا تعارف کروایا۔

"ہیلو۔ نائس ٹو میٹ یو۔" شانزے نے اپنا دودھیا سپید ہاتھ اوریدا کی طرف بڑھایا' جو اس کی طرف شرارتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"شانزے! یہ اوریدا ہے میرے ماموں کی بیٹی اور یہ ارصم ہے میرا سیکنڈ کزن۔" سعد پتا نہیں کیوں بوکھلاہٹ کا شکار ہوا۔

"یہ آپ کی کولیگ ہیں کیا؟" ارصم کو اپنے اندر اطمینان کی لہریں پھوٹتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"ارے نہیں۔ یہ تو میری بہت اچھی اور کیوٹ سی سسٹر ہیں شانزے۔" سعد کے صاف گو انداز پر ارصم ہلکا سا بے چین ہوا۔

"سعد بھائی مجھے شوبز میں انٹروڈیوس کروا رہے ہیں۔" شانزے کی نگاہیں اوریدا پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے ہلکا سا جھجک کر اپنا تعارف مزید کروایا۔

"ویری نائس۔" ارصم اب کے زبردستی مسکرایا۔

"بیسٹ وشز فار یو۔" اوریدا نے خلوص دل سے اس نازک سی لڑکی کو کہا۔ جو پہلی ہی نظر میں اسے بہت اچھی لگی تھی۔ وہ لوگ رسمی سی ہیلو ہائے کے بعد آگے بڑھ گئے تھے۔ شانزے اور سعد بھی۔ "سیکنڈ کپ" شاپ میں داخل ہوئے۔

"آپ کی کزن کی شکل جانے کیوں مجھے بہت جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔" شانزے نے کافی کا آرڈر دے کر سعد سے کہا۔

"جانی پہچانی؟" سعد چونکا۔ "لیکن یہ تو برٹش نیشنلٹی ہولڈر ہے اور شروع سے انگلینڈ رہی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی پاکستان آئی ہے۔" سعد کی بات پر شانزے نے لاپروائی سے کندھے اچکائے اور خاموش رہی۔

"ویسے تمہیں کیسی لگی میری کزن؟" سعد نے اس دفعہ شرارتی انداز سے پوچھا۔

"لڑکی تو اچھی ہے۔" شانزے کو بہت کم لوگ پسند آتے تھے' لیکن اوریدا کے چہرے پر پھیلی معصومیت اسے بہت بھلی لگی تھی۔

"تمہارا بھائی اسے پٹانے کے چکروں میں ہے۔ دعا کرو بات بن جائے۔" سعد نے غیر سنجیدہ انداز سے اسے اپنے دل کی بات بتائی۔ شانزے ایک لمحے کو حیرت کا شکار ہوئی۔

"لیکن سعد بھائی۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا۔" سعد پریشان ہوا۔

"مجھے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے ساتھ کھڑے کزن میں انٹرسٹڈ ہو۔" اس نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔ اس کی بات پر سعد بے ساختہ ہنسا۔

"ارے نہیں' دونوں کے درمیان بس اچھی دوستی ہے اور پھر ارصم کی مدر تو کبھی بھی اوریدا کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھ سکتیں۔" سعد اندر کی بہت سی باتوں سے باخبر تھا۔

"وہ کیوں؟ اتنی اچھی اور اسٹائلش سی تو لڑکی ہے۔" شانزے کو حقیقی معنوں میں حیرانی ہوئی۔

"بس کچھ خاندانی معاملات ہیں' جس کی وجہ سے ارصم کی ماما اوریدا کی فیملی کو پسند نہیں کرتیں۔" سعد نے تھوڑا گھما پھرا کر بتایا۔

"پھر بہت حوصلہ ہے آپ کے کزن کا' جو اپنی مدر کی ناپسندیدگی کے باوجود اپنی کزن کو لے کر گھوم رہا ہے۔" شانزے نے صاف گوئی سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اسے اوریدا اور ارصم کا کپل پہلی ہی نظر میں اچھا لگا تھا' لیکن سعد کی پسندیدگی کی وجہ سے اس نے اس بات کو اپنے دل میں ہی رکھ لیا تھا۔ وہ ایسی کوئی بھی بات کرنا نہیں چاہتی تھی جو سعد کی دل آزاری کا باعث بنے۔ وہ اطمینان سے کافی پیتے ہوئے سعد کو دیکھنے لگی جو اپنے سیل فون پر آنے والی کال پر مصروف ہو چکا تھا۔ دوسری جانب لگتا تھا کہ کوئی خاص بات کہی جا رہی تھی جسے سنتے ہی سعد کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

"ایسا کیسے ممکن ہے یار۔ انہیں سمجھاؤ۔" سعد صدمے بھرے انداز سے کسی بندے سے مخاطب تھا۔ شانزے کو بھی کسی انہونی کا احساس ہوا۔

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا اس پروڈیوسر کا۔" سعد ایک دم بوکھلا کر کھڑا ہوا۔ وہ اب خوف زدہ انداز سے شانزے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم فون بند کرو، میں تمہاری طرف آرہا ہوں، بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" سعد کی کافی کا کپ جوں کا توں رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ اب سیل فون پر آنے والی کسی بری خبر کے بعد وہ اسے ہاتھ لگا بھی نہیں سکتا تھا۔

"سعد بھائی کیا ہوا؟ خیریت تو ہے نا۔" شانزے کا دل بے ہنگم انداز سے دھڑکا۔

"تمہارے لیے ایک بری خبر ہے، سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیسے سناؤں۔"

سعد کی بات پر شانزے کا چلتا ہوا دل ایک لمحے کو رک سا گیا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ خبر کیا ہو سکتی ہے، لیکن اس کی سماعتیں یہ خبر سننا نہیں چاہتی تھیں۔ اس لیے اس نے فوراً" خوف زدہ انداز سے سعد کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔ سعد کو اپنے سامنے بیٹھی لڑکی پر ایک دفعہ پھر ترس آیا۔

☼ ☼ ☼

آج صبح سے بڑی اماں پورے گھر کے ملازموں پر گرج برس رہی تھیں۔ پہلے انہوں نے پورے گھر کی ایک دفعہ تفصیلی صفائی کروائی اور اب وہ لان کی جھاڑ جھنکار صاف کروا رہی تھیں۔ مالی کے ساتھ ساتھ اس کے دو ہیلپر بھی پورے لان میں بھاگے پھر رہے تھے۔ کچھ فاصلے پر بڑے ابا سنجیدگی سے بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے۔

"غضب خدا کا پورے گھر میں مفت خوروں کی فوج اکٹھی ہوئی ہے۔" بڑی اماں اب غصے سے لان میں ٹہل رہی تھیں۔

"یہ مارشل لاء کیوں نافذ کر رکھا ہے گھر میں۔" بڑے ابا نے گود میں رکھے اخبار پر نظریں جمائے لاپروائی سے پوچھا۔ ان کی طبیعت آج بہتر تھی اور کافی دن کے بعد وہ لان کی طرف آئے تھے۔

"ان سب کو کھینچ کر نہ رکھوں تو پورے گھر میں چوہے ناچتے پھریں۔" بڑی اماں نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"کیا کوئی خاص مہمان آرہا ہے گھر میں۔" بڑے ابا نے حیرانی سے اپنی زوجہ محترمہ کو دیکھا، جنہیں اچانک ہی تفصیلی صفائی کرنے کا دورہ پڑا تھا۔

"تو یہ کہاں لکھا ہے کہ کسی کی آمد پر ہی گھر کے کونوں کھدروں میں چھپا کوڑا کرکٹ باہر نکالا جائے۔" بڑی اماں کو ان کی بات بالکل پسند نہیں آئی۔ وہ ایک دفعہ پھر مالی پر برسنا شروع ہو گئیں۔

اسی وقت گھر کا مین گیٹ کھلا اور اوریدا کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔ وہ اب کافی اچھی گاڑی چلانا سیکھ چکی تھی۔ بڑے ابا اور بڑی اماں دونوں کی توجہ اس گاڑی کی طرف مبذول ہوئی۔ اوریدا کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر ارصم بیٹھا ہوا تھا جس نے کل ہوسٹل شفٹ ہو جانا تھا۔

"ارے بڑے ابا آپ۔" ارصم نے دور ہی سے ان کی طرف دیکھ کر خوش گوار حیرت سے ہاتھ ہلایا۔ بڑے ابا بے ساختہ انداز سے مسکرائے۔ اوریدا کے قدم تھوڑے ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ دونوں ہی لان میں ان کے پاس پہنچ گئے۔

"میں نے صبح تمہیں کہا تھا صغریٰ سے اپنے کمرے کے جالے اتروانا۔" بڑی اماں کو اوریدا کی شکل دیکھتے ہی یاد آگیا۔

"اوہ سوری۔ بڑی اماں ذہن سے نکل گیا تھا۔" اوریدا نے ماتھے پر ہلکا سا ہاتھ مار کر خود کو کوسا۔

"کبھی خود سے بھی دائیں بائیں اور اوپر نیچے دیکھ لیا کرو، انتہا درجے کی پھوہڑ لڑکی ہو تم، بالکل اپنی ماں پر گئی ہو اس معاملے میں۔" بڑی اماں کا مزاج خاصا برہم تھا، ورنہ عام روٹین میں وہ اوریدا کو اس کی والدہ کے طعنے نہیں دیا کرتی تھیں۔ اوریدا کا چہرہ سرخ ہوا۔ بڑے ابا کے ساتھ ساتھ ارصم نے بھی حیرانی سے بڑی اماں کا ناراض چہرہ دیکھا۔

"میں صرف اپنی والدہ کی نہیں، آپ کے بیٹے کی بھی بیٹی ہوں، پتا نہیں کیوں ہمیشہ آپ لوگوں کو یاد کروانا پڑتا ہے۔" اوریدا غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی لان سے گئی تھی۔

"بڑی اماں! یہ بری بات ہے۔" ارصم کے منہ سے ایک دم پھسلا۔

"تم اس کا نخرہ بھی تو دیکھو، ہر وقت ہری مرچیں چبائے پھرتی ہے۔" بڑی اماں کو اس کے پلٹ کر جواب دینے کا غصہ تھا۔

"غصے میں تو وہ بالکل اپنے باپ پر گئی ہے۔" بڑے ابا نے بھی درمیان میں لقمہ دیا۔ ارصم اور بڑی اماں دونوں نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ بلیو جینز پر ریڈ چیک والی شرٹ پہنے، ہاتھ میں ہینڈ کیری اور ساتھ میں دو بڑے بریف کیس کے ساتھ داخل ہوتا نوجوان بڑے ابا کے ساتھ بڑی اماں کا بھی سکون برباد کر گیا۔

"تیمور۔" بڑی اماں کے منہ سے پُراسرار سی سرگوشی بلند ہوئی۔ بڑے ابا کے ہاتھ سے اخبار چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔ جب کہ ارصم تعجب بھرے انداز سے چوبیس پچیس سالہ ینگ، فریش اور ہینڈسم سے لڑکے کو دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ انکل تیمور کا بیٹا اور اوریدا کا بڑا بھائی ماہیر ہے، جو کسی کو بھی بتائے بغیر سرپرائز وزٹ پر پاکستان آچکا تھا۔ بڑے ابا کے چہرے پر زلزلے کی سی کیفیت تھی۔

☼ ☼ ☼

"تمہارے بابا آخر چاہتے کیا ہیں۔" بختاور اس دن ہاشم کے ساتھ کیمپس کے لان میں بیٹھی تھی۔ بختاور اسے اپنے بابا اور گھر والوں کے ریپلائس کے بارے میں تفصیلی بتا چکی تھی۔ جسے ہاشم نے بڑے سکون اور تحمل مزاجی کے ساتھ سنا تھا۔ بختاور کے بولنے کے دوران وہ ایک دفعہ بھی بیچ میں نہیں بولا تھا اور نہ ہی اس نے اس بے تحاشا بولتی لڑکی کو درمیان میں ٹوکا تھا۔ اس ساری گفتگو میں بختاور کا چہرہ کبھی غصے کی زیادتی سے سرخ، کبھی صدمے کی کیفیت میں آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر جاتیں اور کبھی وہ غصے میں ناک چڑھا کر بات کرنے لگتی۔ ہاشم دلچسپی سے اس کے چہرے کی بدلتی کیفیات کو نوٹ کر رہا تھا۔

"مجھے خود نہیں پتا، آخر وہ چاہتے کیا ہیں؟" بختاور نے جھنجلا کر لان کی گھاس اکھیڑنا شروع کر دی۔

"میرا خیال ہے انہیں ایک داماد کے طور پر میری شخصیت کچھ پسند نہیں آئی ہے۔ ہے نا؟" ہاشم نے دوٹوک انداز میں پوچھا۔

"انہوں نے ڈائریکٹ تو ایسا کچھ نہیں کہا، لیکن وہ فائنل فیصلہ آپ کے پیرنٹس سے ملنے کے بعد کریں گے۔" بختاور کی بات پر اس کے چہرے پر الجھن بھرے تاثرات نمودار ہوئے۔

"میرے والدین۔؟" اس نے تصدیق کے لیے دوبارہ بختاور سے پوچھا، جس نے اثبات میں سر ہلا کر تائید کی۔

"لیکن انہیں میرے والدین کے بجائے مجھ سے ملنا چاہیے، کیونکہ شادی تو تمہاری میرے ساتھ ہوگی۔" ہاشم نے ہلکا سا اعتراض کیا۔

"وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں معاملات بچوں کے ساتھ نہیں بڑوں میں طے کیے جاتے ہیں۔" بختاور نے سر جھکا کر خفت زدہ انداز میں کہا۔ جیسے بابا نے کوئی

ہستی جلے آہ سنگ
ثمرہ بخاری
قیمت- 300 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر 32735021

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بہت ہی غلط بات کہہ دی ہو۔

"اور اگر کسی کے بڑے نہ ہوں یا پھر اس سے خفا ہوں تو۔۔۔؟" ہاشم کی بات پر بختاور الجھ گئی۔

"مطلب۔۔۔" اس نے جانچتی نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھا جس میں اسے ڈھونڈنے سے ایک خامی نہیں ملی تھی' جس کی بنا پر اسے مسترد کردیا جائے۔

"دیکھو بختاور۔۔۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا' میرے گزشتہ دو تین سالوں سے اپنے والدین سے تعلقات منقطع ہیں۔" ہاشم نے آج پہلی دفعہ ایک عجیب بات بتائی تھی۔

"تو آپ پھر چھٹیوں میں اپنے شہر کیوں جاتے ہیں۔" بختاور تعجب انگیز انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہاں پر میرا ذاتی فلیٹ ہے' جس میں' میں رہتا ہوں۔" ہاشم نے اسے مزید حیران کیا۔

"ذاتی فلیٹ؟" بختاور تحیر آمیز انداز میں بولی۔

"ہاں میرے والد نے مجھے اپنی زندگی میں ہی الگ حصہ دے کر علیحدہ کردیا تھا۔ اب ان کا میرے ساتھ کوئی رابطہ نہیں۔"

"لیکن کیوں۔۔۔" بختاوز کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

"بس ہمارے درمیان کچھ اختلافات ہوگئے تھے۔ جس میں میرے دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں نے ان کا ساتھ دیا' جس پر میں احتجاجاً" گھر چھوڑ کر آگیا۔" ہاشم اتنے سکون سے اسے ایسے بتا رہا تھا جیسے کسی اور کی کہانی سنا رہا ہو۔

"تو آپ کی اسٹڈی کا خرچ کیسے چلتا ہے؟" بختاور پریشان ہوئی۔

"میرے نام پر لاہور میں لبرٹی میں دو دو کانیں بھی ہیں' جن کا ہر مہینے کرایہ آجاتا ہے اور میں اپنے خرچ کے کچھ پیسے رکھ کر باقی رفاہی کاموں میں خرچ کردیتا ہوں۔ ویسے بھی میری ضروریات زندگی محدود ہیں۔"

اس کی بات پر بختاور کو تسلی ہوئی کہ وہ معاشی لحاظ سے اتنا بھی کنگال نہیں تھا' جتنا نیلم سمجھ رہی تھی۔

"تو پھر آپ کے گھر سے ہمارے ہاں رشتہ مانگنے کون آئے گا۔" بختاور کو ایک نئی پریشانی نے گھیر لیا۔

"کوئی بھی نہیں۔" ہاشم نے صاف گوئی سے کہا۔

"تم کہو تو میں تمہارے فادر سے مل سکتا ہوں۔" ہاشم کی بات پر وہ اچھی خاصی پریشان ہوئی' کیونکہ یہ صورت حال اسے خوش آئند نہیں لگ رہی تھی اور بابا تو ویسے ہی ہاشم کو پسند نہیں کرتے تھے اور ایسی صورت حال میں تو ان کے پاس انکار کرنے کا ایک اچھا خاصا جواز تھا۔

"بابا نہیں مانیں گے ہاشم۔۔۔" بختاور نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اضطراری انداز میں مسلتے ہوئے اسے کسی اندھیرے میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔

"تم اپنے بابا کو چھوڑو' یہ بتاؤ' میرے بغیر رہ لوگی۔"

وہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے آزمائش میں مبتلا کر گیا۔

"نہیں۔۔۔" بختاور کی اس سوال پر قوت گویائی سلب ہوگئی اور اس نے نفی میں سرہلایا۔

"پھر۔۔۔؟" اس سوال کا بختاور کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کا دل اندیشوں سے بھر گیا۔

"تم اس سے کہو کہ اپنے والدین کو منالے۔"

رات کو نیلم نے اس کی ساری بات سن کر بڑے آرام سے مشورہ دیا۔ وہ دونوں ہوسٹل میں اپنے کمرے میں موجود تھیں اور اس وقت دونوں کے ہاتھ میں چائے کے بڑے کپ تھے۔

"وہ ہاشم کو اس کا حصہ دے کر اس سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کرچکے ہیں۔" بختاور نے اٹک اٹک کر بتایا۔

"لیکن کس بات پر۔۔۔" نیلم جھنجلا اٹھی۔

"میں نے پوچھا تھا' لیکن وہ ٹال گیا۔" بختاور نے شرمندگی سے سر جھکالیا تھا۔

"تمہیں اس بات کی کھوج لگانی چاہیے۔ آخر ایسی کیا بات ہوگئی جو ہاشم کے والدین آخری حد تک پہنچ گئے۔" نیلم اس کی طرف سے بدگمانی کا شکار ہوئی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں یار۔۔۔" بختاور حد درجہ فکر مند تھی' اسے آگے کے حالات کچھ بہتر نظر نہیں آرہے تھے۔

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے بختاور' کل کو یہ بات تمہارے فیوچر پر بھی اثر انداز ہوسکتی ہے۔" نیلم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"اگر میرا مستقبل ہاشم کے ساتھ جڑا ہوا ہے تو مجھے کسی چیز کی پروا نہیں۔" اسے ہاشم پر اندھا اعتبار تھا۔

"بے وقوفوں جیسی باتیں مت کرو بختاور' زندگی کے معاملات میں ایسا رویہ انسان کے لیے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔" نیلم کو اس پر غصہ آیا۔

"جو لوگ پچھلے دو سال سے خفا ہیں' وہ دو دن میں تو نہیں مان سکتے نا۔" بختاور بھی اکتاہٹ کا شکار ہوئی۔

"تو کیا تم اس کے والدین کی رضامندی کے بغیر اس سے شادی کرلوگی۔" نیلم ہلکا سا چڑ کر بولی۔

"میرے لیے ہاشم کے نہیں اپنے والدین زیادہ اہم ہیں۔" بختاور نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"روم نمبر ون سیون کی بختاور کی کال ہے۔" کوریڈور سے کسی لڑکی نے تان لگائی۔ بختاور اچھل کر کھڑی ہوئی اور ریسپشن کی طرف بھاگی۔ اسے یقین تھا کہ پی ٹی سی ایل فون کے دوسری جانب ہاشم ہوگا' کیونکہ اس کے گھر والے اس وقت اسے کال نہیں کرتے تھے۔ رات کے دس بجنے میں پورے دس منٹ باقی تھے اور اس کے بعد وارڈن نے فون کی تار نکال کر اسے بند کردینا تھا۔ ریسپشن پر اس وقت بہت کم لڑکیاں تھیں۔ پولیٹیکل سائنس کی ناجیہ اس وقت لکڑی کی میز پر بیٹھی بلند آواز میں نازیہ حسن کا کوئی گانا گنگنا رہی تھی۔

"پلیز ناجیہ مجھے آواز نہیں آرہی۔" بختاور نے ریسیور پر ہاتھ رکھ کر ناجیہ سے درخواست کی تو وہ چھلانگ مار کر میز سے نیچے اتر آئی۔ اس نے بختاور کی بات مان لی تھی' دوسری جانب واقعی ہاشم تھا۔

"جی ہاشم! اب کہیے۔" بختاور نے سنجیدگی سے کہا۔

خواتین ڈائجسٹ

اگست 2015، کے شمارے کی ایک جھلک

- "عہد الست" تنزیلہ ریاض کے ناول کی آخری قسط،
- "تیرے ہی جیسا ہوں" سائرہ رضا کا مکمل ناول،
- نمرہ احمد کا مکمل ناول "نمل"،
- عمیرہ احمد کا ناول "آبِ حیات"،
- عفت طاہر کا ناول،
- سمیرا عثمان گل اور رابعہ افتخار شیخ کے ناولٹ،
- قرۃ العین رائے، مریم بنت ارشاد، نیر سلطانہ کاشف اور میمونہ صدف کے افسانے،
- معروف فنکارہ "سونیا حسین" سے ملاقات،
- "یاسر شورو" سے باتیں،
- کرن کرن روشنی، نفسیاتی ازدواجی الجھنیں عدنان کے مشورے اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں،

اگست 2015 کا شمارہ آج ہی خریدلیں۔

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"بختاور! میں نے بہت سوچا ہے اس معاملے کے بارے میں۔" وہ بولتے بولتے رکا۔ بختاور کی نگاہیں دیوار پر لگے وال کلاک کی جانب تھیں۔ پانچ منٹ کے بعد وارڈن نے اندر سے فون کی پن نکال دینی تھی۔

"پھر۔؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہم دونوں کو کسی کو بھی بتائے بغیر کورٹ میرج کرلینی چاہیے۔" ہاشم نے گویا اس کے کانوں میں صور پھونکا تھا۔ بختاور کے ہاتھوں سے ریسیور چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔ وہ خوف زدہ انداز سے ریسیور کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اس میں سے ہاشم نکل کر اس کے سامنے آن کھڑا ہو۔

اسے زمین و آسمان گھومتے ہوئے دکھائی دیے۔ اس نے گھبرا کر ریسیور کو اٹھایا وہ اسے فوراً" انکار کرنا چاہتی تھی لیکن دوسری طرف دس بج چکے تھے اور فون خاموش ہوچکا تھا۔ بختاور' مریم ہال میں گزری اس رات کے بارے میں جب بھی سوچتی تھی تو بے شمار پچھتاوے اس کا دامن پکڑ لیتے۔ وہ ہمیشہ یہ ہی سوچتی کہ کاش اس رات فون بند نہ ہوا ہوتا' جس نے اس کی قسمت کے دروازے اس پر بند کرتے ہوئے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی مفلوج کردی تھیں۔

* * *

"آپا صالحہ کی بیماری لمبی ہوگئی تھی۔ انہیں اسپتال آئے ہوئے دو دن ہوچکے تھے۔ آپا کا بی پی کسی طور بھی کنٹرول میں نہیں آرہا تھا اوپر سے عدینہ کی شکل دیکھتے ہی انہیں غصہ آنے لگتا۔ تنگ آکر عدینہ باہر کوریڈور میں نکل آئی اور اب اسے اس وقت تک یہیں کھڑے رہنا تھا جب تک آپا دواؤں کے زیر اثر نیند میں نہیں چلی جاتی تھیں۔

"آپا کی طبیعت تو سنبھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔" مونا بھی اس کے پیچھے کوریڈور میں نکل آئی' اب آپا کے پاس بے بے تھیں۔

"لیکن آج چھٹی مل جائے گی' میری ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے۔" عدینہ نے اسے دلاسا دیا۔

"کاش آپ ڈاکٹر ہوتیں تو گھر میں ہی آپا کا علاج ہوجاتا۔" مونا کے حسرت آمیز انداز پر عدینہ کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی اور اسے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ لیڈی ڈاکٹرز کو دیکھتے ہی آپا کیوں بے چین ہوجاتی ہیں۔ اس کی سمجھ میں آگیا تھا کہ آپا اگر اسپتال میں رہیں تو ساری زندگی ٹھیک نہیں ہوں گی۔ اس نے دل ہی دل میں گاؤں واپس جانے کا ارادہ کرلیا تھا۔

"کیا آج ہم واپس چلے جائیں گے۔" مونا کی سوالیہ نگاہوں پر وہ پھیکے سے انداز سے مسکرائی۔

"بس آپا کی ڈرپ ختم ہوجائے اور تھوڑا بی پی نارمل ہوجائے تو نکلتے ہیں۔" عدینہ نے سامنے سڑک پر موجود ٹریفک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ عام سے انداز سے لوگوں کی بڑھتی ہوئی بھیڑ کو دیکھ رہی تھی۔ ایک دم ہی اس کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی اور اسے شاک سا لگا۔

"مونا۔" عدینہ نے وحشت زدہ انداز سے اس کا بازو پکڑ کر ہلایا' اس کی قوت گویائی سلب ہوچکی تھی۔

"کیا ہوا عدینہ باجی۔" مونا بھی گھبرا گئی۔

"عبداللہ۔" عدینہ کے ہونٹوں سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے۔

"کہاں۔" مونا کا بھی دماغ بھک کرکے اُڑا۔

"نیچے۔" عدینہ شاکڈ نگاہوں سے سامنے فٹ پاتھ پر کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی' جس کا سائیڈ پوز نظر آرہا تھا۔ مونا بوکھلا کر کھڑکی سے باقاعدہ نیچے جھک گئی۔ سامنے فٹ پاتھ پر نیلے رنگ کے کاٹن سوٹ میں مہران گاڑی کا دروازہ کھولتا وہ شخص عبداللہ ہی تھا۔ وہ بھی کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی اور بدحواس انداز سے عدینہ کو دیکھنے لگی' جو بجلی کی سی تیزی سے بھاگتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف جارہی تھی۔ عدینہ کو سمجھ آگئی تھی وہ عبداللہ کے پاس جارہی تھی۔ مونا بھی گھبرا کر اس کے پیچھے لپکی۔ دونوں کو ہی ایک خوف لاحق تھا کہ وہ کہیں ان سے پہلے گاڑی اسٹارٹ کرکے نکل نہ جائے۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش
یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے
ہم خاص کیوں ہیں :۔

✧ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
✧ ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
✧ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
✧ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
✧ ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

✧ ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
✧ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
✧ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
✧ مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
✧ ہر کتاب کا الگ سیکشن
✧ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
✧ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

⇦ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

Online Library For Pakistan
Like us on Facebook
fb.com/paksociety
twitter.com/paksociety1

RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY